تاریخ اسلام

761

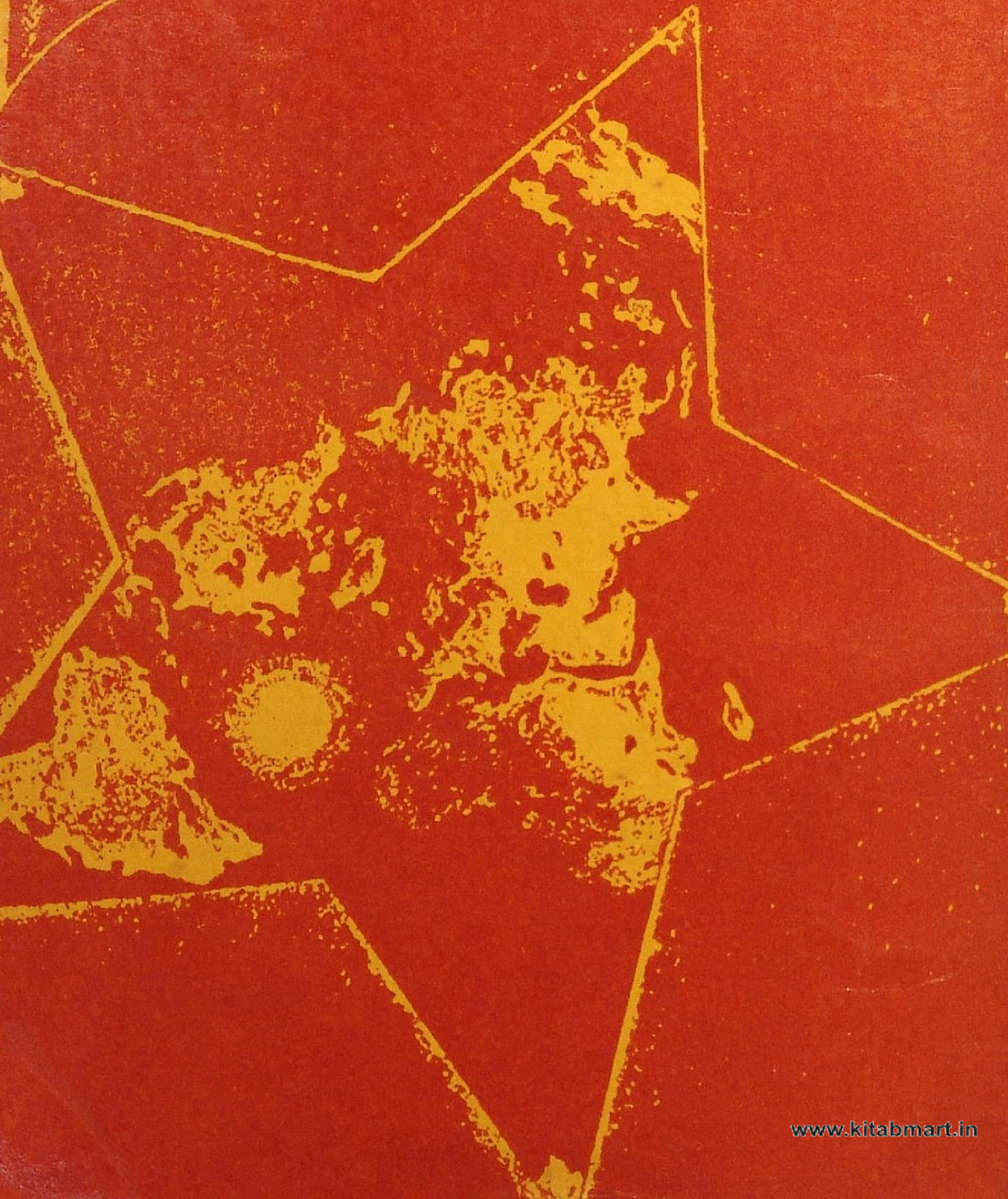

www.kitabmart.in

761

www.kitabmart.in

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ

تاریخ اسلام

دوسرا ایڈیشن

حصہ چہارم

مصنفہ

آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج سید العلماء مولانا

سید علی نقی النقوی

طاب ثراہ

قیمت ۱۵/ روپے

www.kitabmart.in

التجا

اس کتاب کے اخراجات مشن کے ہمدرد حجۃ الاسلام مولانا سید باقر
قبلہ مجتہد نے دیئے ہیں لہذا آپ حضرات ایک سورۂ فاتحہ ان کے والد ممتاز العلماء
ابوالحسن صاحب قبلہ طاب ثراہ، والدہ مرحومہ اور بھائی مولانا سید مرتضی صاحب مرحوم
ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ کو بخش دیں۔

تاریخ اسلام کا چوتھا حصہ ختم ہوگیا تھا۔ جسکی ایک عرصہ سے شدت کی
مانگ تھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا افضال صاحب کے علم واقبال میں اضافہ فرمائے انھوں نے یہ کتاب
کی جسکی وجہ سے اس کتاب کی اشاعت ممکن ہوسکی۔

مخیر حضرات سے پرزور اپیل ہے کہ وہ مشن کا ایک ایک کتابچہ یا کتاب اپنے
سے اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے چھپوا دیں تو ۶۰۰ کتابیں اور رسالے جو ختم ہو
ہیں وہ پھر چھپ کر سامنے آجائیں گے۔ ۱۶ صفحہ کے ایک ہزار رسالوں پر ساتسو روپ
۳۲ صفحات پر سوا ہزار روپیہ مع سرورق بلاک فوٹو وغیرہ خرچ ہونگے۔ اسی حساب سے
صفحات کی کتاب پر خرچ ہوگا۔

خادم ملت
عابد طباطبائی
سکریٹری امامیہ مشن ہند پوسٹ بکس
چوک۔ لکھنؤ۔ ۳۔ انڈیا

اپریل ۱۹۹۶ء

www.kitabmart.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید الانبیاء والمرسلین محمد ن المصطفیٰ خاتم النبیین و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین!

فدک

جنگ خیبر کی فتح کا اثر تھا کہ اطراف کے یہودیوں پر اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی شوکت و سطوت کا رعب چھا گیا چنانچہ فدک والوں نے بغیر کسی جدال و قتال کے اپنی املاک حضرت رسولِ خداؐ کے سپرد کر کے مصالحت کر لی۔

اس سلسلہ میں برادر محترم مولانا سید محمد صاحب گوپال پوری نے اپنے ایک رسالہ میں جو ابھی غیر مطبوعہ ہے، کافی معلومات فراہم کئے ہیں چونکہ ممدوح نے یہ رسالہ مناسب موقع پر اشاعت کے لئے مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ اسلئے بغرض رفاہِ عام ان کے اس حصہ کے مندرجات کو میں اپنی کتاب کا جزو بنا کر پیش کر رہا ہوں جو فدک کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے سردست دافی و کافی معلوم ہوتا ہے۔

اصل رسالہ اب خود ممدوح کے پاس پہونچ چکا ہے۔ جو امید ہے کہ محفوظ ہوگا۔ تکمیل فائدہ کے لئے اصل کتابوں کی مطابقت کے بعد صفحہ کے حوالے میں نے ذیل حواشی میں درج کر دیا ہے۔

www.kitabmart.in

یاقوت حموی تحقیق لفظ فدک میں لکھتے ہیں :۔

فدک بالتحریک وآخرہ کاف قریۃ بالحجاز بینہا وبین المدینۃ یومان وقیل ثلثۃ افاءہ اللہ علی رسولہ فی سنۃ سبع صلحاً[1]

فدک حجاز کی ایک بستی ہے جو مدینہ سے دو یا تین دن کے راستے پر ہے۔ اسے اللہ نے اپنے پیغمبر کو سنہ ۷ھ میں بربنائے صلح اپنے پیغمبر کی بطور فئے عطا فرمایا تھا۔

د فیئ کے معنی اس کے بعد درج کئے جائیں گے۔

ابن شہاب زہری کی روایت ہے کہ یہ مخیریق یہودی کے املاک تھے برقہ۔ اعواف۔ صافیہ۔ میثب۔ حسنیٰ۔ مشربہ ام ابراہیم۔ دلال یہ کل سات قطعات تھے۔ ان میں بہت سے نخلستان تھے۔ سنہ ۷ھ تک یہ علاقہ کفار خیبر کے اور دیگر یہود کی ملک تھا۔ جنگ خیبر کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چند مصالحتی شرائط پر ملا۔ اس پر کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے یہ پیغمبر اسلامؐ کا خالصہ تھا جس کی پیداوار حضرتؐ اپنے ضروریات میں بھی صرف فرماتے تھے اور اس سے محتاجوں کی اعانت بھی فرماتے تھے۔

ان سات قطعوں کے نام فروع کافی[2] میں حضرت امام موسیٰ کاظم کی حدیث میں بھی وارد ہیں۔

---

[1] معجم البلدان ۃ مصر سنہ ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء ج ۶ ص ۳۴۲

[2] مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۱۵ھ ص ۲۴۷ کتاب الوصایا باب صدقات النبیؐ

www.kitabmart.in

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں۔

عن الزہری قال لقیت بقیۃ من اہل خیبر تحصنوا فسالوا رسول اللہؐ ان یحقن دماء ھم ولیسیرھم ففعل فسمع ذالک اہل فدک فنزلوا علیٰ مثل ذالک وکانت للنبیؐ خاصۃ لانہ لم یوجف علیہا بخیل ولا رکاب

زہری سے روایت ہے انھوں نے کہا بچے ہوئے خیبریوں نے جو قلعہ بند ہو گئے تھے، پیغمبر اسلامؐ سے جان کی اماں چاہی اور شہر خیبر دینے کا وعدہ کیا تو پیغمبر اسلامؐ نے انکی درخواست منظور کر لی۔ فدک والوں کو یہ خبر ملی تو انھوں نے بھی یہی درخواست پیش کی جسے حضورؐ نے قبول کر لیا سلئے فدک سرکار دو عالمؐ کی خاص ملک قرار دیا کیونکہ اس پر فوج کشی نہیں ہوئی تھی۔

تاریخ طبری میں بھی اس کی تصریح ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

فکانت فدک رسول اللہؐ خاصۃ لانھم لم یجلبوا علیھا بخیل ولا رکاب[۲]

فدک خاص پیغمبر خداؐ کا تھا سلئے کہ مسلمانوں نے اس پر سواروں اور پیادوں کی شکل میں حملہ کیا نہیں تھا۔

سیرت ابن ہشام کے بھی الفاظ یہ ہیں کہ :۔

فکانت خیبر فیئا بین المسلمین وکانت فدک

خیبر مسلمانوں کے درمیان مشترک مال غنیمت کی حیثیت رکھتا تھا اور فدک

لہ ط مصر ج ۴ ص ۷۸

لہ تاریخ طبری ط مصر ج ۳ ص ۹۵

خالصة لرسول الله صلى الله عليه وسلم لا غنم لهم يجلبوا عليها بخيل ولا رجال [۱]	خاص رسول خدا کا تھا اسلئے کہ مسلمانوں نے اس پر سواروں کی صورت میں فوج کشی نہیں کی تھی۔

یہ حکم قرآن مجید کے اس نص پر مبنی ہے کہ:

ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شئ قدير	جو اللہ نے اپنے رسول کو مال غنیمت میں عطا کیا اسلئے کہ تم نے اس پر سواروں اور پیادوں کی شکل میں فوج کشی نہیں کی مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو قابو دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ فخر الدین رازی نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:۔

فذكر الله الفرق بين الامرين وهو ان الغنيمة ما اتعبتم انفسكم في تحصيلها واوجفتم عليها بخيل وركاب بخلاف الفيئ فانكم ما تحملتم في تحصيله تعبا فكان الامر فيه مفوضا الى الرسول يضعه حيث	خداوند عالم نے مال غنیمت اور فیئ میں فرق بیان کیا ہے کہ مال غنیمت وہ ہے جسکے حاصل کرنے میں تم نے زحمت و مشقت برداشت کی ہے اور سواروں اور پیادوں کے ساتھ فوج کشی کی ہے۔ برخلاف فیئ کے کہ اسکے لئے تمنے کوئی زحمت نہیں اٹھائی تو اس میں اختیار کلیتہ رسول کو ہے [illegible] طرح چاہیں،

---

۱ السیرۃ النبویۃ ہشام القسم الثانی الجزء الثالث والرابع الطبعۃ الثانیۃ مصر سنہ ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء ص ۳۳۶

www.kitabmart.in

لیشاء [1] — اُسے صرف کرے۔

یہی فدک وہ تھا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ :-

وآت ذا القربیٰ حقہ — "صاحب قرابت کو اُس کا حق دے دیجیے۔"

تو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلا کر فدک کی ملکیت کی تحریر اُن کے لیے لکھ دی۔

اس کا کتب اہل سنت میں بھی تذکرہ موجود ہے [2]۔ اور یہی علمائے شیعہ کی متفقہ روایت ہے۔ علامہ طوسیؒ تحریر فرماتے ہیں :-

فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ من خیبر عقد لواء ثم قال من یقوم علیہ فیہا فذ بحقہ وھو یرید ان یبعث الی حوائط فدک فقام الیہ قال انا فقال لہ امط عنہ فقام سعد فقال امط عنہ ثم قال یا علی قم الیہ فخذہ فاخذہ فبعث بہ الی فدک فصالحہم علی ان یحقن دماءہم۔

جب حضرت پیغمبر خداؐ خیبر کی مہم سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک علم مرتب فرمایا پھر کہا کون اُٹھتا ہے کہ اسے اپنے استحقاق کی بنا پر ہاتھ میں لے اور آپ کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُسکو فدک کے علاقہ کی طرف روانہ فرمائیں تو بعض علم لینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم ہٹ جاؤ، پھر سعد کھڑے ہوئے، آپ نے انھیں بھی ہٹا دیا۔ پھر خود فرمایا کہ لے علی تم کھڑے ہو اور اسے لو چنانچہ انھوں نے لیا۔ آپ نے اُنھیں فدک کی طرف روانہ فرما دیا تو آپ نے وہ سب صلح کی اس شرط پر کہ انھیں جان کی امان دی

---

[1] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۲۵

[2] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور سیوطی ج ۲ ص ۱۹۹

www.kitabmart.in

فکانت حوائط فدک لرسول
الله خاصا خالصا فنزل
جبرئیل فقال ان الله عز و
جل یامرک ان توتی
ذا القربی حقه فقال یا
جبرئیل ومن قرباتی وما
حقها قال فا فاعطها
حوائطها فدک
وما لله ولرسوله فیها
فدعا رسول الله فاطمة
علیها السلام وکتب لها
کتابا [1]

جائے گی۔ اس طرح فدک کے علاقوں کی
جائداد خاص رسول اللہؐ کی ہوگئی۔ اس پر
جبرئیل نازل ہوئے، اور کہا کہ خداوند عالم کا
یہ حکم ہے کہ آپ ذی القربیٰ کو اُس کا حق دیدیجئے
آپ نے کہا، اے جبرئیل یہ ذی القربیٰ
کون ہیں، اور اُن کا حق کیا ہے۔ کہا فاطمہؑ کو
اُنھیں ان کے حق میں یہ فدک کے احاطے اور
جو کچھ اُن میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کا حق ہے،
سب دیدیجئے تو اس پر رسول خداؐ نے جناب
فاطمہؑ کو بلایا، اور ایک تحریر لکھ دی۔

---

[1] اعلام الوریٰ۔ مطبوعہ طہران طبع جدید صفحہ ۱۰۸-۱۰۹

www.kitabmart.in

مہاجرین حبشہ کی مراجعت

جناب جعفر بن ابی طالبؑ کی سرکردگی میں جو مکۂ معظمہ سے حبشہ کی طرف بہت سے اصحاب نے ہجرت کی تھی، اُن اصحاب میں بہت سے وقتاً فوقتاً واپس آتے رہے تھے مگر جناب جعفرؓ اور کچھ اصحاب اب تک ملک حبش میں تھے۔

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی واپسی کے لئے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ نجاشی بادشاہ کو خط روانہ فرمایا تھا چنانچہ سولہ آدمی باقی ماندہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ جناب جعفرؓ کی سرکردگی میں اب واپس ہوئے۔[1]

حسن اتفاق ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد اُسی دن یہ لوگ اپنے امن گاہ میں پہونچے جو مسلمانوں کے لئے مدینہ میں بنا ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسرت جو فتح خیبر سے ہوئی تھی، اس سے دوبالا ہو گئی۔

حضرتؐ نے جعفرؓ کو اپنے سینے سے لپٹا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ آپ فرما رہے تھے کہ مجھے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ مجھے خیبر کے فتح ہونے کی خوشی زیادہ ہے۔ یا جعفرؓ کے آکر ملنے کی۔[2] کسی مصنف پر جو کبھی بدحواسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اُس کا ایک نمایاں کرشمہ ہے کہ حمید بن ...

---

[1] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ شیخ محمد الخضری ج ۱ طبع ثالث ص ۱۴۲ مصر

[2] مقاتل الطالبیین مطبوعہ نجف ۱۳۵۳ھ ص ۶ و تاریخ ابو الفدا ج ۱ ص ۱۳۸

(لندن) بیرسٹرایٹ لاء لاہور نے حدیبیہ کے بعد جنگ خیبر سے پہلے جنگ موتہ کا حال درج کر ڈالا ہے[1] جس میں جناب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے جس کا ذکر ہم بعد کو کریں گے۔ اور جنگ خیبر کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے:۔

"سرکار ابھی خیبر میں مقیم تھے کہ حبش سے حضرت جعفر بن ابی طالب آ پہونچے۔ آپ کے ساتھ بہت سے مہاجرین کے بادشاہ حبش کا ایک سفیر خاص طور پر سرکار کی خدمت میں آیا اور بادشاہ حبش کی طرف سے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی جس سے بادشاہ حبش بھی مسلمان ہو گئے"[2]

یہ بات بھی غلط ہے کہ "سرکار ابھی خیبر میں مقیم تھے" بلکہ تاریخ میں صراحت سے درج ہے کہ:۔

ثم سار الی المدینة وبها قدم وصل الیه من الحبشة بقیة المهاجرین ومنهم جعفر بن ابی طالب[3]	اس کے بعد حضرت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور جب مدینہ تشریف لائے تو حبش کے باقی ماندہ مہاجرین آ پہونچے جن کے ساتھ جعفر بن ابی طالب بھی تھے۔

---

[1] "مسلمانان عالم" حصہ اول صفحہ ۸۲-۸۳

[2] مسلمانان عالم صفحہ ۸۳

[3] تاریخ ابو الفدا جلد ۱ صفحہ

www.kitabmart.in

منبرِ رسولؐ

اس سال کو بعض مورخین کے نزدیک ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ پڑھنے کے لئے منبر بنوایا۔

اس سے پہلے حضرت ایک درخت کے تنے سے لگ کر جو مسجد میں تھا خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

اس منبر میں صرف دو زینے اور اس کے اوپر عرشہ تھا جس پر آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔

عرصہ تک حضرتؐ کے بعد بھی منبر ایسا ہی رہا، پھر بعد میں خلفائے بنی امیہ کے دور میں اس میں اضافہ کر کے عرشہ کے نیچے چھ زینے کئے گئے۔ [۱]

دوسرا قول یہ ہے کہ منبر ۸ھ میں بنا ہے۔ ابن جریر نے اسی کو ترجیح دی ہے [۲]

---

[۱] تاریخ امیر حیدر احمد شہابی ط مصر ج ۱ ص ۱۲۵

[۲] دهو الثبت عندنا۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹

www.kitabmart.in

عمرۃ القضاء

مشرکین کے سدِّ راہ ہونے کی وجہ سے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عمرہ کو رسولؐ نے ترک کر دیا تھا، شرائط صلح کے مطابق دوسرے سال پیغمبر خداؐ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ ذیقعدہ سنہ ۷ھ میں ادا فرمایا۔

قریش نے قرارداد کے مطابق تین دن کے لئے مکّہ خالی کر دیا اور حضرتؐ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ جو گزشتہ ساتھ تھے، مکّہ میں داخل ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور دوسرے احکام عمرہ عمل میں لائے۔ پھر حسب قرارداد تین دن کے بعد مکّہ کو چھوڑ دیا۔ اسی کو "عمرۃ القضاء" کہا جاتا ہے۔

اس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں مکّہ میں داخلہ کا منظر دکھا کر جو بشارت ہوئی تھی اور قرآن میں جسے ان الفاظ میں دہرایا گیا تھا کہ :-

واللہ لتدخلن المسجد الحرام، اٰمنین محلقین رؤسکم ومقصرین	خدا کی قسم تم لوگ مسجد الحرام میں داخل ہو گے باطمینان اس طرح کہ کچھ اپنے سروں کو منڈوا سکیں گے اور تھوڑے بال یا ناخون ترشوائیں گے۔

دنیا کی نگاہ کے سامنے پوری ہوگی

اس موقع کی تصویر جو ولیم میور نے کھینچی ہے، خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری نے اپنی اردو زبان میں یوں درج کی ہے :-

www.kitabmart.in

"وہ منظر عجیب و غریب تھا جو اس وقت وادی مکہ میں نظر آرہا تھا۔ ایسا منظر جو دنیا کی تاریخ میں آپ اپنی نظیر ہے۔ قدیم شہر تین روز کے لیے اپنے تمام باشندوں سے خالی ہوگیا ہے جس میں بلند و پست سب ہی شامل ہیں ایک ایک مکان ویران ہے اور وہ لوگ جو مدتوں سے جلاوطنی میں دن گزار رہے تھے۔ خوشی خوشی اپنے بچپن کے خالی مکانوں کی طرف دوستوں کے ساتھ لمبے لمبے قدم بڑھاتے ہوئے چلے آرہے ہیں اور تھوڑے وقت کے اندر عمرہ بجا رہے ہیں۔ شہر کے بیرونی باشندے بلندیوں پر چڑھ کر نوواردوں کی آمدورفت کو دیکھ رہے ہیں جو رسول اللہ کی قیادت میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہے ہیں:

([illegible]) چاہے لاکھ مسلمان اس خصوصیت سے بے خبر ہوگئے ہوں مگر اس وقت مشرکین کی اس حقیقت سے باخبر تھے کہ بارگاہِ رسالت کا خاص دروازہ حضرت علیؑ کی ذات ہے چنانچہ جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

"تین دن کے بعد حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا "محمدؐ سے کہہ دو کہ شرط پوری ہوچکی۔ اب مکہ سے نکل جائیں۔ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کی۔ آپ اسی وقت روانہ ہوگئے۔"

---

۵ سیرۃ النبی حصہ اول طبع چہارم مطبع معارف اعظم گڑھ ص ۔۔۔

www.kitabmart.in

پیغمبر اسلامؐ کے خطوط فرماں روایانِ وقت کے نام

اور

اُن کے آثار و نتائج

طبری نے ان خطوط کا بیان سنہ ۶ھ کے اواخر میں کیا ہے اور اس کے بعد سنہ ۷ھ کے واقعات کو شروع کیا ہے۔[1]

لیکن ہمارے شفیق بزرگ خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری نے (خداوند عالم اُن کو علالت سے شفا عطا فرمائے) "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" حصہ اول کے گیارھویں باب کا خاص عنوان بھی قرار دیا ہے "حکمرانوں کو دعوتِ اسلام سنہ ۸ھ مطابق ۶۲۹ء" جس میں نہایت عمدگی سے ان مکاتیب کا تمہیدی پس منظر تحریر کیا ہے جس کا بنیادی مضمون یہ ہے کہ:-

"سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ دام داج العالیہ لعالمین صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے حضورؐ نے اسلام کو "دنیا کے واحد دین" کی حیثیت سے پیش کیا تھا ___ صلح حدیبیہ کے بعد سنہ ۸ھ تک عرب کا اکثر حصہ حلقۂ اسلام میں آچکا تھا اس لئے رسول اللہ نے فیصلہ کیا کہ ان تمام حکمرانوں کو جن کے مقبوضات عرب سے ملحق تھے، دعوتِ اسلام دیں، یہ دعوت ان

www.kitabmart.in

حکمرانوں کو انفرادی طور پر نہیں بلکہ ان کی وساطت سے ان کی رعایا کیلئے بھی تھی جن کے وہ نمائندہ اور حکمران تھے۔

ان حکمرانوں کی فہرست یہ ہے :-

۱۔ کسرائے ایران ۲۔ قیصر روم

۳۔ نجاشی بادشاہ حبشہ ۴۔ حاکم بحرین

۵۔ حاکم عمان ۶۔ مقوقس تاجدار مصر

۷۔ حاکم یمامہ ۸۔ منذر بن حارث حاکم شام

۹۔ حاکم قفرے

خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"رسول اللہ صلعم کا وہ دعوت نامہ جو حضور نے مقوقس مصر کو لکھا تھا اب تک مصر کے شاہی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور جو دعوت نامہ ہرقل کو لکھا تھا وہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔"[۱]

طبری نے لکھا ہے کہ ذی الحجہ ۶ھ میں چھ قاصد روانہ کئے گئے ، تین ایک ساتھ مقوقس اور حارث بن ابی شمر غسانی اور قیصر روم کے پاس اور چوتھا قاصد ہوذہ بن علی حنفی (حاکم یمامہ) کے پاس۔ پانچواں کسریٰ شہنشاہ ایران کے پاس اور چھٹا نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس۔

ان کے علاوہ پھر ایک ساتواں قاصد کا ذکر ہے جو منذر بن ساوہ حاکم بحرین کے پاس بھیجا گیا اور آٹھواں جیفر بن جلندی اور عباد بن جلندی

۱۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد اول صفحہ ۴۳

www.kitabmart.in

کے پاس جو دونوں بھائی مشترک طور پر عمان کے حاکم تھے۔
ان سب خطوط کا پورا متن تو ہمیں ابھی تک زیر نظر مستند اور قدیم
ماخذوں میں نہیں ملا مگر چند خطوط کی عبارت طبری نے درج کر دی ہے۔

حضرتؐ کا مکتوب ہرقل قیصر روم کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی
ہرقل عظیم الروم السلام
علی من اتبع الھدیٰ اما بعد
اسلم تسلم و اسلم یؤتک
اللہ اجرک مرتین و ان تتولی
فان اثم الاریسیین
علیک [1]

خط ہے اللہ کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے روم
کے صاحب اقتدار ہرقل کے نام۔
سلام ہو اُسے جو ہدایت کی پیروی کرے،
اسلام لے آؤ تو تمھارے لئے سلامتی ہوگی
اور تم اسلام لاؤ تو تمھیں دہرا ثواب ہوگا
اور اگر تم روگردانی کروگے تو دوسرے تمام
لوگوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔

یہ مختصر جملہ کہ "اَسْلِمْ تَسْلَمْ" اُس اعجازی شان کا ہے
جو حضرتؐ کے کلام کی منجانب اللہ خصوصیت تھی، جس کے لئے ارشاد ہوا
ہے:

اعطیت جوامع الکلم

"مجھے اللہ کی طرف سے جامعیت رکھنے والے الفاظ عطا ہوئے ہیں"۔

---

[1] تاریخ الرسل والملوک طبری ج۲ طبع لیڈن ص ۱۵۶۵

www.kitabmart.in

مکتوب بنام منذر بن الحارث بن ابی شمر الغسانی فرمانروائے دمشق

سلام علی من اتبع الھدیٰ
وآمن بہ انی ادعوک الی
ان تؤمن باللہ وحدہ لا
شریک لہ یبقیٰ لک ملکک

تاریخ طبری ص ۱۵۶۸

سلام اُس پر جو ہدایت کے درپے رہے اور
اُس پر ایمان لائے۔ میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ
ایک اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ جس کا کوئی شریک
نہیں ہے۔ اس صورت میں تمھارا ملک
تمھارے لئے برقرار رہے گا۔

مکتوب بنام شہنشاہ ایران

من محمد رسول اللہ الی
کسریٰ عظیم فارس، سلام علی
من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ
ورسولہ وشھد ان لا الہ الا
اللہ وانی رسول اللہ الی الناس
کافۃ لینذر من کان حیا
اسلم تسلم فان ابیت فعلیک
اثم المجوس

(طبری ص ۱۵۷۱)

یہ خط ہے اللہ کے پیغمبر محمد کی طرف سے فارس کے
صاحب اقتدار کسریٰ کے نام، سلام ہے جو ہدایت
کی پیروی کرے اور اللہ اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لائے
اور گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں
اور یہ کہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کی جانب سے
رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ ہر اُس شخص کو جس میں
زندگی ہے، غضب اللہ سے ڈراؤں، اسلام لے آؤ
تو تمھارے لئے سلامتی ہوگی اور اگر تم انکار کرو گے
تو تمام آتش پرستوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔

اپنے مضمون کے لحاظ سے ہرقل قیصر روم والے خط سے تقریباً متحد ہے اور موقع

www.kitabmart.in

پر ہمیں جس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا ہے، وہ یہ ہے کہ ان تمام خطوط میں جو حکمرانوں کے نام لکھے گئے ہیں، جہاں تک کہ قدیم اور مستند ماخذوں سے پتہ چلتا ہے، کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو پھر تمہارے خلاف فوج کشی کی جائے گی اور تمہارے ملک پر قبضہ کر لیا جائے گا جو مادی اقتدار رکھنے والے حکمرانوں کے خطوط کا انداز ہوا کرتا ہے بلکہ ان میں خود انھیں اسلام کو دین حق کی حیثیت سے قبول کر لینے کی دعوت دی گئی ہے جس کے نتیجہ کو پیغمبرانہ انداز میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے لئے علاوہ آخرت میں انجام بخیر ہونے کے دنیا میں بھی سلامتی نصیب ہوگی اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تخت پادشاہی حسرت ہی کا ہولناک تصور پیدا کیا ہے کہ تم پر تمہارے ہی نہیں۔ تمہاری پوری قوم کے گناہوں کی ذمہ داری ہوگی۔ کیونکہ الناس علی دین ملوکہم کے مشہور مقولہ کے مطابق بادشاہ کا اثر پوری قوم پر پڑتا ہے اور کہیں پیغمبرانہ لب ولہجہ ہی میں تباہی کی اطلاع دی گئی ہے جو ظالمانہ اقتدار کا آخر میں منجانب الٰہی مقدر ہوتا ہے۔

ہم نے قدیم ماخذوں سے جو خطوط کا متن تحریر کیا ہے اور ان کے انداز تحریر کے جس پہلو پر توجہ دلائی ہے، اسے مصر کے بعض جدید اہل قلم نے بھی محسوس کیا ہے جیسے کتور جمال الدین رمادی جنھوں نے اپنی کتاب "الاسلام فی المشارق والمغارب" (مطبوعہ مطبع الشعب ۱۹۶۰ء) میں ان خطوط کا متن سب سے پہلے بطور تمہید لکھا ہے۔

جدید بالغ کراتی: الاسلام دین ... قابل ذکر یہ امر ہے کہ اسلام آزادی، اخو

www.kitabmart.in

الحرّيّة والاخاء والمساواة
لا يعرف الظلم الى نفسه سبيلا
ولا الطغيان الى تعاليمه طريقا
فهو دين السّماحة وسجاحة
الخلق وصفاء الطبع ونقاء الطويّة
ولم يكن حدّ السيف او سنة
الرماح سببا لانتشاره فى يوم
من الايّام فالرسول قد كتب
الى مختلف الملوك والاقيال
والامراء يدعوهم الى الاسلام

ص ۳

باہمی اور مساوات کا دین ہے۔ ظلم کو اُسکے
اصول میں دخیل ہونے کا راستہ نہیں ملتا اور
حدود سے تجاوز کو اُسکے تعلیمات میں گذر نہیں
تو وہ رواداری، نرمی اخلاق، صفائے طبیعت
اور پاکیزگی نیت کا دین ہے اور تلوار کی دھاریں
یا نیزوں کی انیاں اُس کی اشاعت کا کسی
ایک دن میں بھی دور زمانہ کے دنوں میں سے
سبب نہیں تھیں چنانچہ پیغمبر خداؐ نے مختلف
بادشاہوں، حاکموں اور امیروں کے خطوط لکھے
جن میں انھیں اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔

پھر خطوط کا مضمون درج کرنے کے بعد لکھا ہے :-

هكذا كان الرسول الكريم
يرسل الكتب الى الملوك
والا سرة والاقيال من
اجل هداية النّاس ونشر
الاسلام ولم تكن هذه الكتب
وسائل عنف وارهاب او
ذرائع للبطش والتنكيل

ص ۵

اس طرح پیغمبر اکرمؐ بادشاہوں، قیصروں
اور حاکموں کو خط بھیجتے تھے وہاں کے
لوگوں کی ہدایت اور اسلام کی اشاعت
کے لئے اور یہ خطوط سختی اور دہشت
انگیزی کی خاطر یا حملہ آوری اور جنگجوئی
کا ذریعہ نہ تھے۔

www.kitabmart.in

بعد کے مسلمان اگر اس پر غور کرتے تو اُن کی سمجھ میں آنا چاہیئے تھا کہ فتح ممالک کا اسلام میں یہ تصور نہیں کہ دوسرے ملکوں پر بحیثیت زمین کے قبضہ کیا جائے بلکہ فتح ممالک کے معنی یہ ہیں کہ اُس ملک والوں کو ہم اپنا بنالو۔ پھر خود بخود وہ ملک تمھارا ہو جائے گا جس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا بلکہ انھیں محاسن اسلام سے متاثر کرکے اختیاری طور پر ہی یہ مقصد پورا ہوتا ہے۔

رَدِّ عمل

جن اہلِ اقتدار کو خط لکھے گئے تھے، اُن کا رویّہ مختلف رہا۔

شہنشاہ ایران خسرو پرویز نے اس خط کے پہونچنے پر غضبناک ہوکر توہین آمیز انداز اختیار کیا اور خط کو پھاڑ ڈالا۔ اس پر حضرت نے اخبار بالغیب کے انداز میں فرمایا کہ اس نے میرا خط چاک کیا ہے۔ اللہ اُس کی سلطنت کو پارہ پارہ کرے گا۔

مصر کے بادشاہ قیس نے آپ کے خط اور قاصد کے لئے اعزاز واکرام کا طریقہ اختیار کیا اور آپ کی خدمت میں تحائف بھیجے۔

ان سب سے بہتر تاثر نجاشی بادشاہِ حبشہ کا تھا جس نے حقانیت رسول کا اعتراف تو جناب جعفر طیار سے گفتگو کے بعد ہی کر لیا تھا اور آخر میں یہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے اسلام کا اعلان بھی کر دیا چنانچہ اُس کی وفات پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور روایات اہلِ سنت میں ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

www.kitabmart.in

منذر بن سلوی حاکم بحرین اور جیفر و عبد حاکمان عمان نے بھی اسلام قبول کیا۔

پیغمبر خداؐ نے ان میں نہ اُن لوگوں کی سلطنت میں کوئی دخل دیا جو اسلام قبول کر چکے تھے اور نہ اُن پر کوئی فوج کشی کی جنھوں نے اسلام لانے سے انکار یا سکوت اختیار کیا تھا۔

صرف حاکم بصری شرحبیل غسانی نے یہ کہا کہ بین الاقوامی قانون اور انسانیت کے تقاضے کے خلاف آپ کے قاصد حارث بن عمر کو سرزمین موتہ پر قتل کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں جنگ موتہ واقع ہوئی جس کا تفصیلی تذکرہ ابھی آئے گا۔

ہرقل قیصر روم کے لئے ایسے روایات ہیں جن سے اُس کا اسلام کی طرف مائل ہونا ظاہر ہوتا ہے بلکہ حامد عبد القادر نے اپنی کتاب "الاسلام ظہورہ و انتشارہ فی العالم" (طبع مصر) صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے:۔

یکاد یکون المجمع علیہ بین	عرب مورخین کے درمیان تقریباً بالکل
مؤرخی العرب ان ھرقل کان	متفق علیہ ہے کہ ہرقل اسلام کی طرف
راغبا الی الاسلام وانہ تحدث	رغبت رکھتا تھا اور اُس نے ابو سفیان سے
مع ابی سفیان فی شان النبیؐ	حضرت رسولؐ کے بارے میں ایک گفتگو کی
فی حدیث طویل۔	جس کا واقعہ کافی طولانی ہے۔

پھر اس پورے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس نے اور دوسرے قرائن سے عرب مورخین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہرقل اسلام کی طرف مائل تھا لیکن بعد کے مورخین کو اس روایت کو قبول کرنے میں تامل ہے اور جو چیز

www.kitabmart.in

اس کے ماننے سے روکتی ہے وہ ہرقل کا وہ طرزِ عمل ہے جو اس کے بعد رہا جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے شدید مخالفت رکھتا تھا۔ چنانچہ شام و فلسطین اور مصر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے فوجیں جمع کیں اور مقوقس کی اسلام کی طرف رغبت نمایاں ہوئی تو وہ اُس پر غضبناک ہوا اور اُسے قسطنطنیہ بلوا کر ملک سے نکلوا دیا پھر موتہ کی جنگ بھی ہے۔

آخر میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان دونوں فریق کی باتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ وہ ذاتاً حقانیت اسلام سے متاثر ہوا تھا مگر اُس نے رومیوں کی رائے عامہ کو اس کے خلاف پایا اور خود اپنے اقتدار کے لئے خطرہ محسوس کیا۔ اس لئے وہ شدت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو گیا[1]

---

[1] الاسلام، ظهوره وانتشاره فی العالم؛ طا مصر ص ۲۱۸

www.kitabmart.in

جنگِ موتہ

یہ جنگ جمادی الاول سنہ ۸ھ میں ہوئی۔[۱]

علامہ سید محسن امین عاملی نے اس لفظ کا تضیاط کیا ہے اس طرح کہ م مضموم اور پھر ہمزہ ساکن جس کے بعد ت ہے۔ اس طرح اصل تلفظ اس کا مُؤْتَہ ہوتا ہے۔[۲] جو عربی کے علم قاعدہ تعطیل کے مطابق مُوْتَہ (واؤ معروف کے ساتھ) مشہور ہو گیا ہے۔

یہ سرزمین بلقا کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام تھا جو موجودہ زمانہ میں شرق اردن کے ملک میں داخل ہے۔[۳]

سریہ یا غزوہ؟

عام طور پر یہ جنگ "غزوہ موتہ" کے نام سے مشہور ہے مگر اصطلاحاً "غزوہ" وہ ہوتا ہے جس میں خود حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے ہوں اور اس جنگ میں جیسا کہ آئندہ حالات سے معلوم ہوگا حضرت خود تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ دوسرے اشخاص کو سردار بنا کر بھیجا تھا، اس لئے اصطلاحاً اسے "سریہ" کہنا چاہیئے۔

۱؎ مقاتل الطالبین ص ۷، العبر فی خبر من غبر طبع کویت سنہ ۱۹۶۰ء، ج ۱ ص ۹، طبری ص ۱۶۱۰

۲؎ اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۲۷ ۳؎ حاشیہ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد بر العبر ج ۱ ص ۹

www.kitabmart.in

اس جنگ کی دُور رس سیاسی اہمیت

قرآنی احکام اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری سیرت کی بنا پر یہ ہم بہت اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ خدا اور رسول کا اصل مقصد فتح ممالک اُس معنی میں ۔ نہ تھا جسے غیروں ہی نے نہیں بلکہ بعد کے صاحب اقتدار مسلمانوں نے بھی غلط طور پر بتائید سمجھا یا دوسروں کو سمجھایا اور اس لئے ملک ایران وغیرہ پر جو بعد میں فوج کشی ہوئی، اُسے ہم مسلمانوں کا عمل سمجھتے ہیں۔ اسلام پر اُس کی ذمہ داری عائد کرنا ہم درست نہیں سمجھتے لیکن سلطنت روم سے جو تصادم ہوا، اُس کے اسباب بلاشبہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی سامنے پیدا ہو گئے تھے۔ اور ان کا کشاں کشاں اُن بڑی لڑائیوں تک پہونچنا جن کے ذریعہ سے ملک شام فتح ہوا، اسباب وعلل کے طبعی تقاضے کی رو سے بالکل خلاف توقع نہ تھا۔

یہ اور بات ہے اور اسے ہم تاریخ کی بد نصیبی سمجھ سکتے ہیں، کہ ان آویزشوں کا آغاز ہونے کے کچھ ہی بعد حضرت پیغمبر خداؐ کی وفات ہو گئی اور پھر اقتدار اُس مرکز سے ہٹ گیا جو براہِ راست پیغمبر خداؐ کے طریقہ کار کا تحفظ کر سکتا تھا اس لئے ملک شام پر قبضہ ہونے کے بعد ایسے عناصر برسر اقتدار ہو گئے جنھوں نے اسلامی سلطنت کو خود رومی سلطنت کا مثنیٰ بنا کر اُس کے حریف مقابل کی حیثیت سے کھڑا کر دیا۔ اس طرح یہ بات سامنے نہ آئی کہ اگر پیغمبر خداؐ یا اُن کے تعلیمات کے حقیقی وارث خود ان لڑائیوں کو لڑ کر فتح حاصل کرتے تو ملک شام میں صحیح حقانیت کے جلوہ ریز کردار کے ساتھ

www.kitabmart.in

کس قسم کی سلطنت قائم ہوتی جس کے نتیجہ میں پاس کے ملک روم کی عیسائی طاقت جس میں قبول حق کی صلاحیت یقیناً پائی جاتی تھی، متاثر ہوکر یمن کی طرح اسلام کی طاقت کے سامنے نہیں بلکہ حقانیت کی گرویدہ ہوکر خود اپنے دل و دماغ کے ساتھ مسخر ہوجاتی تو اس کے بعد کی نہ حروب صلیبیہ ہوتیں اور نہ یورپ کی طاقتوں کی طرف سے مسلمانوں کی فتوحات کے جو قرضے آج تک کسی نہ کسی شکل میں وصول کئے جا رہے ہیں، یہ سلسلہ جاری ہوتا۔ مگر اب اسے ہم "آہ و حسرت" کے ساتھ اپنی جگہ سوچ لینے کے سوا دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے تاریخ نگاری کے فریضہ کو انجام دینے کے لئے ناگزیر ہے کہ بس اس سلسلۂ تصادم کی پہلی کڑی یعنی جنگ موتہ کے حالات ہی کو تحریر کریں جو اکثر مورخین کے بیان کے مطابق سنہ ۸ ھ ۵ جمادی الاول میں ہوئی ہے[1]۔

باقی کڑیاں واقعی ہمارے نزدیک تاریخ اسلام کا جزو ہیں —! مختلف اوراق میں سامنے آئیں گی،

---

[1] العبر للذہبی طبع کویت سنہ ۱۹۶۰ء ج ۱ ص ۹ و فیہ ۔ سلاف و تحفۃ الخلاف شہاب الدین بن بہاء الدین مرجانی مطبوعہ قزان (ترکیہ) ص ۱۲۸ تاریخ الاسلام حسن ابراہیم حسن ج ۱ مطبوعہ ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۶ء ص ۱۷۶

پسِ منظر

جیسا کہ خواجہ محمد لطیف صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں عرب کے شمال میں مشرقی رومی سلطنت پھیلی ہوئی تھی ۔۔۔ اس وسیع علاقہ کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا۔ رومیوں اور ایرانیوں نے عرب سے اپنے ملحقہ علاقوں کی سرحدوں پر چھوٹی عرب ریاستیں قائم کی ہوئی تھیں جو اُن کی باج گزار تھیں اور ان کے اور عرب کے درمیان اسٹیٹ[1]" کا کام دیتی تھیں۔

عرب کے شمالی علاقہ میں رومی سرحد پر جو عرب آباد تھے وہ غسان قبیلہ سے تھے، وہ عیسائی بھی ہو چکے تھے اور انھوں نے رومی تمدن بھی اختیار کر لیا تھا اور اس اجنبی تمدن پر نازاں تھے مشرق کی طرف جو عرب آباد تھے وہ ایران کی ساسانی حکومت سے متاثر تھے۔ ایرانیوں کی دینداری کا دم بھرتے تھے اور انھوں نے ایرانی مذہب اور ایرانی تہذیب و تمدن کو اپنایا تھا[1]

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے جو خطوط مختلف ممالک کے سربراہوں کو لکھے تھے، ان میں ایک خط حاکم بصریٰ شرجیل غسانی کے نام

۱؎ "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" جلد اول صفحہ ۱۸۲-۱۸۳

www.kitabmart.in

تھا اور صرف یہ ایک حکمران ایسا تھا جس نے عرب کے بین الاقوامی اور تقریباً ہر دور کے بین الانسانی تقاضے کے خلاف آپ کے قاصد کو قتل کرا دیا تھا اور یہ واقعہ سرزمین موتہ پر پیش آیا تھا۔

دکتور حسن ابراہیم حسن نے اس حاکم کے نام کی صراحت نہیں کی ہے بلکہ لکھا ہے :-

لما ارسل الرسول الی الغسا سنة یدعوهم الی الاسلام قتلوا رسول النبی	جب حضرتؐ نے غسانیوں کے پاس قاصد بھیجا انہیں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے تو انھوں نے پیغمبر کے قاصد کو قتل کر دیا

(تاریخ الاسلام السیاسی ج ۱ ص ۱۲۶)

جمہور مورخین کے برخلاف محمد خضری بک نے جو پہلے مصر میں جامعہ مصر میں تاریخ کے پروفیسر تھے یہ لکھا ہے کہ یہ قاصد جو حارث بن عمیر ازدی تھے شرجیل کے پاس بھیجے ہی نہیں گئے تھے۔ بلکہ یہ ہرقل کے نام خط لے جا رہے تھے اور راستہ میں شرجیل بن عمرو غسانی نے ان کو پکڑ کر قتل کر دیا۔

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ مطبوعہ مطبعہ استقامتہ مصر ۱۳۸۲ھ ص ۱۲۸)

ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جانب سے کوئی فوج کشی اس سرزمین پر بھی نہ فرماتے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ خطوط تو آپ نے سب ہی اس وقت کے فرمان رواؤں کو لکھے تھے اور سوا دو ایک کے کوئی بھی اسلام نہیں لایا تھا بلکہ ملک فارس کے کسریٰ نے آپ کے خط کو توہین آمیز طریقہ پر چاک کر دیا تھا مگر آپ نے اُدھر فوج کشی کا حکم نہیں دیا۔ پھر روم کی طرف

www.kitabmart.in

آپ فوج کشی کا حکم کیوں دیتے جبکہ حدیث و تاریخ ہی سے نہیں، قرآن سے بھی یہ ثابت ہے کہ مسلمان ذہنی و جذباتی طور پر فارس کے مقابلہ میں رومیوں سے زیادہ قریب تھے۔ اس لئے جب رومیوں پر فارس کو فتح حاصل ہوئی تو مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا اور اُن کی تسلی کے لئے ایک مستقل سورہ سورۂ روم نازل ہوا جس کا آغاز اس سے ہے کہ:۔

غلبت الروم فی ادنی الارض	رومی لوگ قریب کی سرزمین میں مغلوب
وھم من بعد غلبھم	ہو گئے مگر وہ اس دفعہ مغلوب ہونے کے بعد
سیغلبون فی بضع سنین	بہت جلد تقریباً دس ہی برس کے اندر پھر
للہ الامر من قبل ومن بعد	غالب آئیں گے۔ اللہ کے قبضہ میں یہ بات ہے
ویومئذ یفرح المومنون	پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اُس دن مسلمان
بنصر اللہ ینصر من یشاء	اللہ کی طرف کی مدد سے خوش ہوں گے۔ وہ جس
وھو القوی العزیز	کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ قوت والا
(اکیسواں پارہ)	بڑا عزت والا ہے۔

مگر قاصد کو قتل کرنا ایک ایسا سخت ناروا اقدام تھا جس پر خاموشی اختیار کرنا اپنی جماعت کی بالکل بے حسی کا ثبوت پیش کرتا تھا۔ اس لئے آپ نے تین ہزار کی فوج اُس سمت بھیجنے کے لئے مرتب فرمائی اور زیادہ تر مورخین کے بیان کردہ ترتیب کے مطابق اس فوج کا پہلا سردار جناب زید بن حارثہ کو بنایا[1] جو اگرچہ ظاہری حیثیت سے ایک آزاد کردہ غلام تھے

---

[1] تاریخ طبری ص ۱۱۱۳ مقاتل الطالبین ص ۷

www.kitabmart.in

مگر سابقین الی الاسلام میں سے ہونے کی بنا پر انھیں یہ اعزاز عطا فرمایا گیا بعد میں اپنے محل پر یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد آئے گا جس سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس وقت اُن صحابہ کو جو "خاندانی قرب" کی حیثیت رکھتے تھے اُس منصب کا عطا کیا جانا زید بن حارثہ کو بہت شاق گزرا تھا مگر رسولؐ نے اسلامی اقدار عزت وکرامت کا عملی تحفظ فرماتے ہوئے اس مخالفانہ جذبہ کی کوئی ہمت افزائی نہیں فرمائی اور اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔

پھر اگر زید قتل ہو جائیں تو جناب جعفر بن ابی طالب کو جو کچھ ہی روز قبل ملک حبش سے واپس ہوئے تھے، سرداری کے لئے نامزد فرمایا تھا اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ۔ آپ نے فرمایا کہ جو بن پڑے اُس وقت وہ کرنا۔ عام شہرت مؤرخین میں یہی ہے مگر ہمارے یہاں ابان بن عثمان کی روایت میں جو امام جعفر صادقؑ سے وارد ہوئی ہے یہ ہے کہ آپ نے سپہ سالار جناب جعفر کو قرار دیا تھا اور جب وہ شہید ہو جائیں تو زید اور پھر عبداللہ بن رواحہ کو[1]

ان دونوں سے الگ بعض سنی مورخین نے جناب جعفر کو سب سے آخر میں ڈال دیا ہے[2]

شراجیل خود تو کوئی چیز نہ تھا، اس کے لئے تنی فوج بہت تھی مگر اس کے پس پشت پوری سلطنت روم کی طاقت تھی۔ اس بنا پر کہ

---

[1] اعلام الوری للطبرسی

[2] تاریخ الاسلام للدکتور حسن ابراہیم حسن ج ۱ ص ... الطبعة الاولی ص ۱۸۶

www.kitabmart.in

وہ اُن کا باجگزار تھا چنانچہ اُس نے مسلمانوں کے اقدام کی اطلاع پاتے ہی سلطنت روم سے مدد کی درخواست کی جو منظور کی گئی اور اُدھر سے ایک لاکھ کی فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیج دی گئی جس کے سامنے یہ تین ہزار فوج گویا مٹھی بھر آدمیوں کی ایک جماعت بن گئی۔

ایک مغربی مستشرق نے جس کا نام عربی تلفظ کے لحاظ سے "حبان با ...ت غلوب" ہے اپنی کتاب میں جسے ایک عراقی صاحب قلم فخری حمادی نے "الفتوحات العربیۃ الکبریٰ" کے نام سے عربی کی طرف منتقل کیا ہے اور وہ بغداد سے شائع ہوئی ہے، لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جو اب تک ہمیشہ خداوندی امداد پر بھروسہ کرتے رہے تھے، کوئی حادی نظام قائم نہیں کیا تھا جو دشمنوں کی نقل و حرکت کی اطلاع دیتا رہتا اس لئے انھیں دشمنوں کی اُس عظیم فوجی تیاری کی وہ سرزمین بلقاء میں کر رہے تھے، اُس وقت تک خبر نہ ہوئی جب تک کہ وہ معان تک نہیں پہنچ گئے اور جب سالار فوج نے انھیں رکنے کا حکم دیا اور دوران مسلمان سرداروں میں اس نئی صورت حال کے بارے میں بحث و مباحثہ میں گزر رہے

(ص ۱۲۶)

جنگ یا قربانی؟

تین ہزار کا مقابلہ یک لاکھ کی فوج سے اب تک کے معیار کے لحاظ سے منفرد نوعیت رکھتا تھا۔ اور وہ بھی غیر متوقع طور پر کیونکہ ذہن میں نہیں

www.kitabmart.in

شرجیل غسانی کی عسکری طاقت تھی جس کے لئے مسلمانوں کی تین ہزار کی فوج کافی تھی۔ یہ تصور ہی نہ تھا کہ شہنشاہ روم ہرقل کا مقابلہ پڑ جائے گا۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ خود فوج کے ساتھ موجود تھا اور اس میں ایک لاکھ خاص رومی تھے اور ایک لاکھ اس کی عرب رعایا کے آدمی تھے جو متعدد قبائل کے تھے اور عیسائی ہو چکے تھے۔ اس طرح دو لاکھ کی فوج کا مقابلہ تھا۔[1]

مسلمانوں کو اس صورت حال کا علم ہوا تو انھوں نے معان میں دو دن تک توقف کیا اور طریق کار کے متعلق تبادلہ خیال کرتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ جناب زید بن حارثہ جماعت کا دل لینے کے لئے یا کسی اور نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم ابھی مقابلہ پر نہ آئیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیش آمدہ صورت حال کی اطلاع دیں، پھر جو ہدایت ہو اس پر عمل کریں مگر عبداللہ بن رواحہ نے جوش میں بھری ہوئی تقریر کے ساتھ اختلاف کیا اور کہا ہم نے کبھی دشمن کا مقابلہ تعداد لشکر کے بھروسے پر نہیں کیا ہے بلکہ اس دین کی قوت پر کیا ہے جس کے ساتھ خدا نے ہمیں سرفراز کیا ہے پس اگر ہم دشمن پر غالب نہ بھی آسکے، تب بھی شہادت کا مرتبہ تو حاصل ہو ہی گا جو ہمارا نصب العین رہا ہے۔ پورا مجمع ان کا ہم آواز ہو گیا اور اس طرح وہ تجویز مسترد ہو گئی اور اسی موجودہ تعداد کے ساتھ اس فوجی سیلاب کے مقابلہ پر آنا طے کر لیا گیا۔

---

[1] تاریخ طبری ص۱۶۱۱ والدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر مطبوعہ ۱۳۸۶ھ ص۲۲۵ ۱۹۶۶ء

www.kitabmart.in

جنھوں نے اسے تفصیل کے ساتھ درج نہیں کیا ہے، انھوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے ہی مسلمانوں کی جماعت کو جو تین ہزار تھی مقابل کی دولاکھ فوج سے جنگ کو آمادہ کیا تھا[۱]۔
چنانچہ موتہ کے میدان میں جسے ہم موت کی وادی کہہ سکتے ہیں، سب آگئے اور اس جمع قلیل کو لشکر مرتب کیا گیا۔

مشہور ترتیب کے مطابق سب سے پہلے جناب زید بن حارثہؓ نے علم لشکر لیا اور بڑی بہادری سے مقابلہ کرکے راہ حق میں جان کی قربانی پیش کی۔ پھر جناب جعفر بن ابی طالبؑ کی باری آئی، آپ نے سخت جنگ کی۔ یہاں تک کہ شوق شہادت میں اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے سے کود پڑے اور اس کے پاؤں قلم کردیے۔ تاریخ لکھتی ہے کہ مسلمانوں میں وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے جنگ میں اپنے گھوڑے کو پے کیا[۲]۔ پھر پیادہ پا فوج کے اندر گھس گئے یہاں تک کہ آپ کا لڑتے لڑتے داہنا ہاتھ قطع ہوگیا تو آپ نے علم کو بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا۔ یہ ہاتھ بھی قطع ہوگیا تو علم کو سینہ سے لگا لیا اور اسی عالم میں دنیا سے سدھارے۔ ان کی عمر ۳۳ یا ۴۳ سال تھی[۳]۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آپ کے جسم پر ۵۰ زخم لگے جن میں سے ۳۰ صرف چہرے پر تھے[۴]۔

---

[۱] وفیات الاسلاف ص۱۳۶ — [۲] تاریخ طبری ص۳۲۱
[۳] تاریخ ابن خلدون ج ۲ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۹۵۶ء ص۸۰
[۴] الترام لابن شیبہ البر ص۳۳۲ — [۵] ص۱۵ اعلام الوریٰ

www.kitabmart.in

اہل سنت کے یہاں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اُن کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے نوّے سے کچھ اوپر زخم لگے تھے جن میں سے کوئی پشت کی طرف نہ تھا۔[۱]

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک رومی نے اُن پر ایسی ضرب لگائی کہ جسم دو ٹکڑے ہو گیا۔ اُن میں سے ایک ٹکڑے کے زخموں کا شمار کیا گیا تو ۳۰ سے زیادہ زخم تھے اور ایک قول یہ ہے کہ مجموعی طور سے جسم پر تیروں اور تلواروں کے بہتر زخم تھے۔[۲]

اب رسولؐ کے نامزد کردہ صرف ایک سردار عبداللہ بن رواحہ باقی تھے۔ انھوں نے بھی اپنے پیش روؤں کی پیروی کی اور وہ بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان کے علاوہ بھی کچھ سپاہی فوج اسلام کے شہید ہوئے جن کے نام ابن عبدالبر نے درج کئے ہیں۔[۳]

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شہید ہونے والے ۸ آدمی تھے۔[۴]

خالد بن ولید کا کارنامہ

اب رسولؐ کا مقرر کیا ہوا کوئی علمدار یا سردار باقی نہیں رہ گیا تھا تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت ایک غیر معروف شخص نے علم ہاتھ میں اٹھا لیا اور مسلمان جماعت سے مخاطب ہو کر کہ اب تم کسی کو منتخب کر کے یہ ذمہ داری

۱؎ و اسلاف ص ۱۳۹ ، ۲؎ طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۹ ، ۳؎ استیعاب ص ۲۲۲ ، ۴؎ العبر ج ۱ ص ۹

سپرد کرو۔ اس پر انہ خود یا دوسروں کے کہنے سے خالد بن ولید نے فوج کی کمان ہاتھ میں لی اور باقی ماندہ اسلامی فوج کو زندہ بچا لے جانے کا منصوبہ ذہن میں بنا کر اس طرح جنگ شروع کی کہ تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹ ہٹ کر دشمنوں کے مورچہ سے علیحدہ ہوتے گئے اور بالآخر موقع پا کر اپنی جماعت کو واپس لے گئے۔ طبری کے الفاظ یہ ہیں :-

دافع القوم وحاشی بهم ثم انحاز وتحیز عنهم حتی انصرف بالناس[۱]

فوج مخالف سے مقابلہ شروع کیا اور انہیں الجھائے رکھا پھر پیچھے اور دُور سے کنارہ کش ہوئے۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں کو واپس لے گئے۔

ابن خلدون کے الفاظ مختصر ہیں :

فانحاز بالمسلمین[۲]

وہ مسلمانوں کو لے کر (اس فوج سے) الگ ہو گئے۔

یہی الفاظ بالکل ابن عبدالبر کے ہیں[۳]۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن مسلمانوں کو جنھوں نے زید بن حارثہ کے مناسب مشورہ کو قبول نہ کرتے ہوئے میدان میں مر جانے کا عزم ظاہر کیا تھا۔ اب سمجھانے میں کامیاب ہو گئے کہ اب مقابلے سے کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا واپس جانا چاہیے چنانچہ یہ لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور غنیمت ہے کہ روم کے لشکر نے تعاقب نہیں کیا مگر ان سب سے قدیم تر مؤرخ ابن سعد نے ایک راوی

۱؎ تاریخ الامم والملوک ص۱۶۱۲ ۲؎ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص۸۰۱

۳؎ الدرر ص۲۳۳

www.kitabmart.in

کی آنکھوں دیکھی کیفیت جو درج کی ہے وہ یہ ہے کہ :۔

فاخذ اللواء فانکشف الناس وکانت الهزيمة فتبعهم المشرکون یقتل من قتل من المسلمین ۱؎

خالد نے علم لشکر لیا تو مسلمان میدان سے ہٹ گئے ۔۔ اس طرح شکست ہوگئی تو کفار نے ان کا پیچھا کیا اور بہت سے مسلمان قتل ہوئے ۔

یورپین مستشرق "جان باجوت غلوب" نے اپنی کتاب میں جس کے عربی ترجمہ کا نام "الفتوحات العربیۃ الکبریٰ" ہے اور جسے مکتبہ المثنیٰ بغداد نے شائع کیا ہے اپنی مادی ذہنیت کے ماتحت خالد بن الولید کے کارنامہ کو اس طرح لکھا ہے :۔

کان خالد بن الولید وقد تحول اخیراً الی الاسلام یقاتل دون المسلمین وکان اکثر خبرۃ فی القیادۃ العسکریۃ من زید وجعفر وقد یکون اقل تشوقاً منهما الی الجنۃ وعندما تولی القیادۃ فی هذه اللحظة من الانکسار فاستطاع ان یسیطر بشخصیته القویة

خالد بن ولید جو آخر میں مسلمان ہوگئے تھے مسلمانوں کی فوج میں جنگ کر رہے تھے اور وہ فوجی قیادت کے اصول سے زید اور جعفر سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے اور کہا جا سکتا ہے کہ جنت میں جانے کا شوق ان لوگوں سے کم رکھتے تھے انہوں نے جب شکست کے اس لمحہ میں قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی تو وہ اس امر میں کامیاب ہوگئے کہ اپنی طاقتور بااثر اور دلی شخصیت سے باقی ماندہ مسلمانوں پر چھا جائیں الفرار میں

۱؎ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۹

www.kitabmart.in

الى سرة على من بقى من المسلمين وثبت احد الانصار الراية في الارض فالتف حولها المسلمون واخذ خالد تياء حزبهم قليلا مع الاحتفاظ بالنظام حتى انسحب من الميدان دون ان يلحق بها الروم الذين كانوا قد اجهدوا وكل الاجهاد (ص ۹۰)

میں سے ایک نے علم کو زمین میں گاڑھ دیا اور یہ تمام مسلمان اسکے گرد سمٹ آئے اور خالد انھیں لیکر ذرا ذرا سا پیچھے ہٹتے رہے نظم و جمعیت کو قائم رکھتے ہوئے یہاں تک کہ وہ میدان جنگ سے باہر نکل آئے اور رومی لوگ چونکہ جنگ میں تھک بہت چکے تھے اسلئے انھوں نے ان کا پیچھا کرنے کی کوشش نہیں کی۔

حاشیہ پر لکھا ہے:-

تقول احدى الروايات العربية ان الروم لم يلحقوا بجيش المسلمين لانهم ظنوا ان خالدا يخدعهم حتى يرمي بهم الى الصحراء

عربوں کی ایک روایت کہتی ہے کہ رومی لوگ اسلئے تعاقب کرکے مسلمانوں کے لشکر تک نہیں پہونچے کہ انھوں نے خیال کیا کہ خالد انھیں دھوکہ دیکر لے جانا چاہتے ہیں تاکہ انھیں ریگستان میں ڈال دیں۔

اب ملاحظہ ہو کہ جناب خالد بن ولید کے اس کارنامہ کو اُس وقت کے دوسرے مسلمانوں نے کس نظر سے دیکھا تھا؟ وہ تاریخ کے اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی تو مسلمان بجائے استقبال کے گویا "واپس جاؤ" کے نعرے لگاتے ہوئے شہر سے نکلے اور عالم یہ تھا کہ لوگ اُن کے چہروں پر خاک ڈالتے تھے کہ اے فرارو! تم خدا کی

www.kitabmart.in

راہ سے کنارہ کش ہو گئے۔[1]

مسلمانوں کے یہ جذبات وقتی ہی نہ تھے بلکہ طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیفیت مستقل طور پر عرصہ تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ ان اشخاص نے جو اس واپس شدہ جماعت میں داخل تھے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا چنانچہ ان میں سے ان کی بیوی ام المومنین جناب ام سلمہ رضوان اللہ علیہا کے پاس آئیں تو جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے سلمہؓ پیغمبر خدا کے ساتھ نماز جماعت میں شرکت ہونے کے لئے مسجد میں نہیں آتے تو اس خاتون نے کہا:۔

واللہ ما یستطیع ان یخرج	خدا کی قسم وہ گھر سے نکل نہیں سکتے۔ ادھر نکلے
کلما خرج صاح الناس	اور لوگ چیخنے لگتے ہیں۔ ارے! تم لوگوں نے راہ
افررتم فی سبیل اللہ حتی	خدا سے فرار اختیار کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ خانہ نشین
قعد فی بیتہ فما یخرج[2]	ہو گئے ہیں اور گھر سے نکلنا موقوف کر دیا ہے۔

اب یہ عالم کی نیرنگی ہے کہ عام افراد بیچارے اس جماعت میں شامل تھے خانہ نشین ہونے پر مجبور ہو جائیں اور جو اس جماعت کا سرگروہ اور اس واپسی کا اصل ذمہ دار ہو وہ کچھ مریدان با اختصاص کی " می پرانند " والی کامیاب کوشش سے اس اپنے کارنامہ پر " سیف اللہ " کا مصداق بن جائے جیسے تاریخ ساز راویوں نے خود رسولخدا ؐ کی طرف نسبت دیدی کہ آپ نے عین اس معرکہ میں خالد کو دعائے خیر سے نوازتے ہوئے اس خطاب سے سرفراز فرمایا لیکن اگر اس نقل کی کچھ بھی اصل ہوتی تو آخر یہ وقت اس جماعت کے بارے میں مسلمانوں کے وہ جذبات

---

[1] تاریخ ابن ... ج ۲ صفحہ ۱۲۹ طبری صفحہ ۱۶۱۸

[2] طبری صفحہ ۱۶۱۸

www.kitabmart.in

کیوں ہوتے اور بہی تم رہتے جو صفحۂ تاریخ پر درج ہیں۔

مگر واقعیت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کچھ مورخین

اسے "فتح" سے تعبیر کرتے ہیں اور اُسے خالد بن الولید کا کارنامہ سمجھتے ہیں، جیسے

ذہبی جنھوں نے تمام تفصیلات کو نظرانداز کر کے مجملاً نتیجۂ جنگ اس طرح لکھا ہے کہ:

اخذ الرایة خالد بن الولید من غیر امرة فجال لیاو استنظهر علی المشرکین و تحیز بالمسلمین وهی اول مشاهده فی الاسلام[1]

خالد بن ولید نے بغیر امیر ہونے کی حیثیت کے علم لے لیا تو اُسے حکم دیا اور مشرکوں کے مقابلہ میں غلبہ حاصل کیا اور مسلمانوں کو میدان سے علیحدہ کر لیا اور یہ اسلام میں سب سے پہلا اُن کا کارنامہ تھا۔

اور لاہور کے مسٹر کے، اے حمید کہ جنھوں نے تاریخ نویس نہیں، بلکہ

تاریخ تراشی کر کے ایک یہ کمال دکھایا ہے کہ جنگ موتہ کا حال خیبر کے پہلے

لکھ ڈالا ہے اور پھر روئداد جنگ اس طرح لکھی ہے:

"ایک لاکھ فوج لے کر حاکم موتہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ زید بن حارثہ مسلمانوں کے سپہ سالار تھے جو لڑائی کے کام آئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ کا تقرر عمل میں آیا مگر وہ بھی شہید ہو گئے۔ —— پے درپے تین سپہ سالار جنگ میں شہید ہو گئے۔"

یہاں تو صرف اتنا ہے کہ جناب جعفر کا نام نہیں لیا گیا ہے مگر اتنا ہی نہیں بلکہ پھر جنگ خیبر کے بعد انھوں نے جناب جعفر کی حبشہ سے واپسی کا حال درج کیا ہے

---

[1] العبر ص۹

www.kitabmart.in

کہ "سرکار ابھی خیبر ہی میں مقیم تھے کہ حبش سے حضرت جعفر بن ابی طالب آپہونچے"۔

دیکھئے! اب تو بات صاف ہو گئی کہ جنگ موتہ میں جناب جعفر کی کوئی شرکت اُن کے نزدیک نہیں ہے۔ اس کے برخلاف خالد بن الولید کے کارنامہ کے تحریر کرنے کی جب باری آئی تو پھر زور قلم ملاحظہ ہو:-

"تین سپہ سالار جنگ میں شہید ہوئے۔ خالد بن ولید کے سوا کوئی ایسا شخص نظر نہ آتا تھا جو اس کام کو سنبھال سکے۔ خالد نے اپنے تقرر کے بعد فوج کو دستوں میں تقسیم کیا۔ ہر دستے کا ایک سردار مقرر کیا اور فوج کو ترتیب دے کر اس شان سے حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی۔ خالد نیازی کی نو تلواریں اس معرکے میں ٹوٹیں۔ رسول خداؐ نے فتح کی خوشی میں سپہ سالار کو "سیف اللہ" کا خطاب عطا فرمایا[1]

اب یہ فیصلہ کیجئے کہ حقیقت پسندی کی اس پر قہقہے لگانا چاہئیں، یا ماتم کرنا چاہیئے؟

---

[1] تاریخ مسلمانان عالم ج ۱ صفحہ ۸۳

www.kitabmart.in

مشرکین کی بد عہدی اور بنائے مخاصمت

صلح حدیبیہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا، اُس میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں سے جو چاہے وہ پیغمبر اسلام ص کے ساتھ حلیف ہو جائے یعنی اُن کے ساتھ ساتھی ہونے کا معاہدہ کرے اور قبیلہ چاہے، وہ مشرکین قریش کے ساتھ ہو جائے۔ اس دفعہ کی بنا پر عرب کے دو قبیلے خزاعہ اور بکر دونوں طرف تقسیم ہو گئے، اس طرح کہ خزاعہ نے پیغمبر خدا ص کے ساتھ ہونا پسند کیا اور وہ آپ کے حلیف ہوئے اور بنی بکر نے قریش مکہ کے ساتھ ہونا پسند کیا اور وہ اُدھر ہو گئے ان دونوں قبیلوں میں مدتوں سے آپس میں جنگ ہوتی رہتی تھی، اس لئے یہ لوگ ہمیشہ مسلح رہا کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے مقابلہ کے لئے تیار لیکن اب مرکزی طاقتیں جو دو قرار پا گئی تھیں یعنی مسلمان اور مشرکین قریش اور ان میں حدیبیہ کی مصالحت سے دس سال کے لئے عدم جنگ کا معاہدہ ہو گیا تھا، اس لئے قبیلہ خزاعہ نے مطمئن ہو کر اب ہتھیار کھول دیئے اور ایک سال اس طرح پُر امن طریقہ پر گذر گیا، یہاں تک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اب اُس معاہدہ کے مطابق اُس عمرہ کو بھی انجام دے چکے جسے پہلی دفعہ ترک کر کے صلح حدیبیہ کی بنا پر واپس ہوئے تھے، مشرکین نے بھی حسب معاہدہ تین دن کے لئے مکہ کو خالی کر دیا۔ اور کوئی تعرض نہ کیا جس کا تذکرہ اس کے قبل ہو چکا ہے۔

www.kitabmart.in

اس سے قبیلہ خزاعہ والے اور بھی زیادہ مطمئن اور اپنے حریف کی طرف سے غافل ہو گئے مگر اُن کی اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر اسی ۸ھ میں جبکہ موتہ کے واقعہ کو جمادی الثانی اور رجب کے دو مہینے گذار رہے تھے[1] کہ بنی بکر بن کے ایک گروہ نے ایک ایسے خون کا بدلہ لینے کے بہانہ سے جو زمانۂ جاہلیت میں ہوا تھا اور جس کے لئے اسلام میں یہ اصول قائم ہو چکا تھا کہ اسلام لانے کے بعد، قبل اسلام جو کچھ ہوا ہو، وہ سب نظر انداز ہوگا اور اُس کے بدلا لینے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، اُن پر اچانک جبکہ وہ ایک چشمہ کے کنارے مقیم تھے، حملہ کر کے قتل عام کر دیا۔

مسٹر کے۔ اے حمید نے نہ معلوم کہاں سے یہ لکھ دیا ہے کہ

"سرکار کے حج سے لوٹ جانے کے کچھ عرصہ کے بعد، بنو خزاعہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ بنو بکر نے ان پر حملہ کر دیا۔ قریش نے اسلحہ اور آدمیوں سے ان کی امداد کی اور بدعہدی کے مرتکب ہوئے۔ ان کو کعبۃ اللہ میں پناہ بھی نہ ملی اور بے دریغ قتل کئے گئے[2]

ہمارے پیش نظر مورخین نے یہ لکھا ہے کہ حملہ ہونے کے بعد اپنی جان بچانے کے لئے مکہ کے اندر آ کر انھوں نے حرم کعبہ میں پناہ لی تھی۔ یہاں پناہ لینے کے بعد دوسرے لوگوں نے حملہ آوروں کو نصیحت بھی کی کہ اب حرمت کعبہ کو برباد نہ کرو اور خونریزی ختم کرو مگر پھر بھی حملہ آوروں

---

[1] طبری صفحہ ۱۶۱۸ کامل ابن اثیر بیروت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء ج ۲ صفحہ ۲۳۹
[2] تاریخ مسلمانانِ عالم حصہ اول صفحہ ۸۵

www.kitabmart.in

نے خزاعہ کے ایک آدمی کو جس کا نام منبہ تھا قتل کر ہی دیا جس کے بعد یہ لوگ شہر کے مختلف مکانوں میں جا جا کر مخفی ہو گئے اور اس طرح اپنی جان بچائی۔[1]

چند آدمیوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی اور مدینہ پہونچ کر سرکار سے فریاد کی اور معاہدہ کے مطابق امداد کے طالب ہوئے۔

علامہ طبرسی رحمۃ اللہ نے اس باہمی تصادم کا ایک خاص پس منظر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ رسولؐ کی طرف تھا اور بنی کنانہ قریش کے حلیف تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ کنانہ کا ایک آدمی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کے اشعار پڑھ رہا تھا۔ خزاعہ والے آدمی نے منع کیا۔ وہ نہ مانا اور اسی پر دونوں قبیلوں کا ٹکراؤ ہو گیا۔[2]

کچھ آدمی بنی خزاعہ کے زندہ بچ نکلے جن میں سے چالیس آدمی عمرو بن سالم کی سرکردگی میں[3] حضرت پیغمبر خدا کے پاس فریادی کی حیثیت سے گئے اور مسجد میں اُس وقت پہونچے جب حضرتؐ نماز صبح سے فارغ ہوئے تھے اور ابھی تعقیبات ختم کر کے بیت الشرف کی طرف مراجعت نہیں فرمائی تھی۔ عمرو نے پہونچتے ہی یہ شعر پڑھنا شروع کر دیے جن میں مخالف قبیلہ کی سفاکی اور اپنی تباہی کا مؤثر انداز میں اظہار کیا۔ انہیں کا پہلا شعر یہ تھا:

لاھم انی ناشد محمدا   حلف ابینا وابیہ الاتلدا

۱۔ بدمن ج ۲ ص ۲۳۹ الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۲۳

۲۔ اعلام الوری مطبوعہ مطبع حیدری تہران ۱۳۳۸ھ ص ۱۱۲

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۴

www.kitabmart.in

اور چھٹا شعر ؎

ان قریشا اخلفوك الموعدا   ونقضوا میثاقك المؤکدا

آخر میں ہے ؎

ھم بیتونا بالوتیر ھجدا   فقتلونا رکعا وسجدا[1]

"پروردگار میں حضرت محمد مصطفےٰؐ کو واسطہ دیتا ہوں اپنے اور اُن کے درمیان والے پرانے معاہدہ کا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی اور جو پختہ عہد و پیمان آپ کے ساتھ کھائے تھے توڑ دیا اور وہیں قتل کر دیا۔ اس حالت میں کہ ہم رکوع و سجود میں مصروف تھے۔ (یعنی جنگ کا کوئی تصور نہیں رکھتے تھے)۔

حضرت ان اشعار کو سن کر بے تاب ہو گئے اور فرمایا :-

حسبك یا عمرو   "بس اے عمرو کافی ہے"[2]

دوسری روایت یہ ہے کہ اشعار سنتے ہی آپ کی زبان سے جو جملہ نکلا، وہ یہ تھا کہ :

قد نصرت یا عمرو بن سالم   بس تمہاری مدد ہو گی اے عمرو بن سالم[3]

پھر بھی اتمام حجت کے بغیر آپ نے حملہ نہیں فرمایا بلکہ اپنا نمایندہ کفار قریش کے پاس بھیجا اور اُنھیں لکھا کہ میری فرستادہ شرطوں میں سے کسی ایک کو منظور کر لو :-

ا۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دو۔

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۹۲ ۔ ۱۲۲۳ [2] اعلام الوری صفحہ ۱۱۲ [3] طبری صفحہ ۱۶۲۳

www.kitabmart.in

۲۔ بنو بکر کی حمایت سے ہاتھ اُٹھالو۔

۳۔ اعلان کر دو کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

کفارِ مکہ نے تیسری شرط مان لی مگر بعد میں وہ اپنے کئے پر پچھتائے اور دنوں نے ابوسفیان کو تجدیدِ معاہدۂ حدیبیہ کے لئے دربارِ رسالت میں بھیجا۔

طبری اور دوسری تاریخوں سے جو میرے سامنے ہیں، اس درمیانی اپنے نمائندہ کو بھیج کر ان شرطوں کے پیش کرنے اور اُن کڑی یعنی کے تیسری شرط کو ماننے کا پتہ نہیں چلتا بلکہ بنی بکر کے حملہ آور ہونے پر اُن کی مدد کرنے سے اُنھیں خود یہ احساس ہوا کہ جو معاہدہ ہوا تھا، ہم نے اُسے توڑ دیا۔ اسی پر وہ پشیمان ہوئے اور انھوں نے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ وہ معاہدے کی تجدید کی کوشش کرے[۲]۔

چونکہ ابوسفیان کی بیٹی جناب ام حبیبہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آچکی تھیں۔ اب ابوسفیان جو مدینہ سے آیا تو سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہ کے یہاں گیا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ مہم میں اُس کی مددگار ثابت ہو گی مگر وہاں معاملہ بالکل دگرگوں دکھائی دیا کہ اُس نے جو بستر پر بیٹھنا چاہا تو ام حبیبہ نے بستر سمیٹ لیا اور کہا یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے نجس ہیں۔ اس لئے اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے ہیں[۳]۔

---

[۱] اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد اول ص ۱۶۵

[۲] الدار ص ۱۱۱ طبری ص ۱۶۲۳ المختصر فی اخبار البشر للامی لفداء طبع مصر ج ۱ ص ۱۴۳

[۳] ابوالفداء ج ۱ ص ۱۴۳ الدار ص ۲۲۵ - ۲۲۶

www.kitabmart.in

اس کے بعد ظاہر ہے کہ جناب ام حبیبہ سے کسی تعاون کی امید باقی نہیں رہی اور وہ اپنا سا منھ لے کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اس واقعہ سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کی نجاست کا مسئلہ جواب مسلمانوں کی ایک اقلیت کے یہاں کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے، شروع میں مسائل اسلام سے واقف تمام افراد، یہاں تک کہ پیغمبر خداؐ کے گھر میں رہنے والی عورتوں تک کو معلوم ہو چکا تھا اور مسلّمہ حیثیت رکھتا تھا۔ مجبوراً اس نے صحابہ اور پھر اہلبیت علیہم السلام کو ذریعہ بنانا چاہا مگر انھوں نے اس سلسلہ میں کسی امداد کی امید نہ دلائی جس کے بعد وہ ناکام و نامراد مکّہ کی طرف واپس گیا۔

عزم روانگی اور بعض صحابہ کی مخبری

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کی طرف روانگی کا عزم کر لیا مگر آپ چاہتے یہ تھے کہ مکّہ میں اچانک پہونچیں۔ قبل سے مشرکین کو اس کا علم نہ ہو مگر اس کو کیا کیا جائے کہ رسولؐ کے اس منصوبہ کے خلاف اہلِ بدر والے معزز طبقۂ صحابہ میں سے ایک بزرگوار حاطب بن ابی بلتعہ نے ابولہب کی لونڈی سارہ کے ہاتھ ایک خط قریش کی طرف روانہ کر دیا کہ رسولِ خداؐ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں راستے سے تمھاری طرف روانہ ہو رہے ہیں اور وہ عورت عام راستے کو چھوڑ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ قدرت کی جانب سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ اور زبیر۔ مقدادؓ[1] اور بقولے حضرت

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۳۲

www.kitabmart.in

علیؑ کے ساتھ زبیرؓ اور مقدادؓ تینوں آدمیوں کو مامور فرمایا کہ جاؤ اور اُس سے خط برآمد کرو۔ یہ لوگ روانہ ہوئے اور اُس سمت میں چلے جس طرف جانے کی رسول خداؐ نے ہدایت فرمائی۔ ادھر کے ناکے پر پیغمبر خداؐ کی جانب سے حارثہ بن نعمان کچھ نگہبانوں کے ساتھ پہرے پر مقرر تھے مگر وہ عورت اتنی چالاکی سے نکلی تھی کہ ان پہرے داروں کو اس کی خبر نہ ہوئی تھی۔ رسولؐ کے فرستادہ افراد نے پہرہ داروں سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا ہم نے کسی کو ادھر جاتے نہیں دیکھا مگر ایک خارکش جو لکڑیاں بٹور رہا تھا اُس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ میں نے ایک سیاہ فام عورت کو ادھر جاتے دیکھا ہے۔ اس پر تیز رفتاری سے اُدھر روانہ ہوئے اور اُسے راستے میں جا کر روک لیا اس نے قطعی انکار کیا اور تلاشی کے بعد بھی وہ خط برآمد نہیں ہوا مگر حضرت علی بن ابی طالبؑ کے سخت تیور جو اُس نے دیکھے تو اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر پیش کر دیا اور اب اُسے لا کر رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔[3]

آپ نے فوراً حاطب کو بلا کر اُن سے جواب طلب کیا۔ اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں۔ ذرا بھی شک و شبہ کا شائبہ نہیں ہے مگر مکہ میں میرا کوئی قوم قبیلہ نہیں ہے اور میرے اہل و عیال وہاں موجود ہیں تو میں نے چاہا کہ میں وہاں کے باشندوں پر ایک احسان کر دوں کہ وہ وقت پر میرے اس احسان کو یاد رکھیں اور میری حفاظت کریں

۱؎ ابوالفدا ج ۱ ص ۱۳۳ ۲؎ الترار ص ۲۲۷ ۳؎ الترار ص ۲۲۶

اگر رسولؐ کا فوجی سیاست پر عملدرآمد ہوتا تو ظاہر ہے کہ اس جرم کی کتنی سخت سزا ہوتی۔ یہ جواب ظاہر ہے کہ کوئی معقول عذر کی حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ جتنے منافق تھے سب ایسی ہی دنیوی مفادات کے تحفظ کی خاطر سیاست نفاق سے کام لیتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر اس پر تیار تھے کہ ان کی گردن ماردیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ واللہ اس نے نفاق اختیار کیا ہے[۱] مگر رسول خداؐ نے منع فرمایا اور صرف اتنی سزا دی کہ فرمایا: اسے مسجد سے نکال دو۔ پُرجوش مسلمان اُسے دھکے دینے لگے اور دھکیل کر مسجد سے نکالنے لگے جب یہ اُس نے ملتجیانہ نگاہوں سے پھر رسولؐ کو دیکھا فرمایا اچھا واپس لے آؤ، فرمایا دیکھو اب کی تمہیں چھوڑے دیتا ہوں۔ آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا[۲]

مکّہ کی طرف روانگی

پیغمبر خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہم کے خلاف جو مخبری ہوئی تھی وہ خدا ہی کی طرف سے عبث ناکام بنا دی گئی تو اب رسول خداؐ نے مزید تاخیر مناسب نہ سمجھی اور آپ ۱۰ روز چہارشنبہ ۱۰ ماہ رمضان ۸ھ کو مدینہ سے روانہ ہوگئے[۳] جو یکم جنوری ۶۳۰ء کے مطابق قرار دی گئی ہے[۴] لیکن عبدالباری صاحب ایم اے نے فتح مکہ کی تاریخ ۸ ر رمضان ۸ھ درج کردی ہے[۵] جو مذکورہ تاریخی بیان کے لحاظ سے

---

۱ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۴۳ و الدرہ ص ۲۲۶ ۲ اعلام الوریٰ طبع دوم مطبعہ حیدری تہران ۱۳۳۸ھ ص ۱۱۳ ۳ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۵ البدایہ والنہایہ لابن کثیر طبع مصر ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء ج ۴ ص ۲۸۵ ۴ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۵ ۵ دعوت دہلی سیرت طیبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ ص ۱۸۲ "رسولؐ کی جنگی اسکیم"

www.kitabmart.in

غلط قرار پائی ہے بے شک ہمارے علما میں سے علامہ طبرسی نے لکھا ہے کہ :-

خرج رسول اللہ یوم الجمعۃ	حضرت پیغمبر خداؐ مدینہ سے برآمد ہوئے روز
حین صلی العصر مضتا	جمعہ نماز عصر پڑھنے کے بعد جبکہ ماہ رمضان
من شھر رمضان [۱]	کی دو تاریخیں گزر چکی تھیں ۔

اور مورخ ابن کثیر نے بھی بعض روایتیں اسکے موافق درج کی ہیں [۲]

اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ کی تاریخ ۸ ماہ رمضان صحیح ہو ۔

حضرت کے ساتھ اس مہم میں دس ہزار مسلمان شریک تھے [۳]

قصر صوم کا لزوم

امام محمد باقرؑ نے بیان فرمایا کہ رسول خداؐ جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو روزے سے تھے مگر جب مقام کراع الغمیم تک پہونچے تو آپ نے حکم دیا کہ سب لوگ روزہ کھول ڈالیں ۔۔ خود حضرت نے بھی روزہ افطار فرمایا اور بہت سے لوگوں نے افطار کر لیا مگر کچھ لوگوں نے روزہ نہیں توڑا ، حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ گنہگار ہیں [۴]

مورخین اہل سنت میں سے ابن کثیر دمشقی نے پہلے تو بس اتنا لکھا :

حتی اذا کان بالکدید	جب حضرت عسفان اور امج کے درمیان مقام
بین عسفان وامج افطر	کدید میں پہونچے تو روزہ کھول دیا ۔

لیکن بعد میں صحیح مسلم کے حوالہ سے وہی فقرہ درج کیا ہے کہ

جب معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے روزہ نہیں کھولا تو فرمایا :

---

[۱] اعلام الوری طبع تہران ۱۳۳۸ھ ص ۱۱۲ [۲] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۸۵
[۳] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۵
[۴] اعلام الوری طبع جدید تہران ص ۱۱۴

www.kitabmart.in

اولئک العصاۃ [1] یہ لوگ گنہ گار ہیں

مگر جمہور اہل سنت جو کہ اب تک سفر میں روزہ کے قصر کو رخصت یعنی جائز یا بہتر جانتے ہیں۔ عزیمت یعنی لازمی پابندی کے قائل نہیں ہیں، غالباً اسی رجحان کی بنا پر ابن سعد نے مذکورہ بالا واقعہ میں بھی رسول خدا کی زبانی یہ اعلان کرادیا ہے کہ جس کا دل چاہے، روزہ کھول ڈالے اور جس کا دل چاہے روزہ قائم رکھے [2]

مگر ظاہر ہے کہ صحاح ستہ کی حدیث میں رسولؐ کے اس اعلان کرتے ہوئے کہ روزہ نہ کھولنے والے گنہگار ہیں ابن سعد کی یہ نقل کسی طرح صحیح نہیں قرار دی جا سکتی۔

ابوسفیان کا اسلام یا استسلام

پہلے مسٹر کے، اے حمید بیرسٹر کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"جبی اہل مکہ تیاریوں میں مصروف تھے کہ سرکار دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کے قریب پہونچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ابوسفیان رسول خداؐ سے ملنے کے لئے آرہے تھے کہ سرکار کے چچا حضرت عباس سے ملاقات ہوئی۔ استفسار کرنے پر حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ رسول خداؐ دس ہزار فوج کے ساتھ فوج کشی کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں۔ ابوسفیان نے پوچھا تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ہتھیار ڈال دو۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۸۶ ۲۸۷۔ [2] طبقات ج ۲ ص ۱۳۰

www.kitabmart.in

ابوسفیان حضرت عباس کے ہمراہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہو گئے۔ وہاں سے ابوسفیان نے مکہ مراجعت کی اور قریش کو یقین دلایا کہ فاتح عرب کا مقابلہ آسان نہیں [له]

یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی میں ہتھیار ڈالنے کی "استسلام" کہتے ہیں۔ اب حضرت عباس کے مشورہ پر کہ "ہتھیار ڈال دو" جب ابوسفیان خدمت رسولؐ میں آئے تو جسے کہا جا رہا ہے "مشرف باسلام ہوئے" وہ اسلام ہے یا استسلام ہے؟ اس کا ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے اور اس حقیقت کو دانشگاف انداز میں حضرت علی بن ابی طالبؑ نے آل ابوسفیان کے بارے میں نمایاں کیا، ان الفاظ میں کہ:-

ما اسلموا ولکن استسلموا واسروا الکفر [له] — انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، بلکہ استسلام اختیار کیا تھا اور کفر کو دل میں چھپا لیا تھا۔

دوسرے مورخین نے بھی ابوسفیان کے مسلمان ہونے کو جناب عباس کی تحریک کا نتیجہ بتایا ہے اور یہ کہ وہی انہیں رسول اللہؐ کے پاس لائے اور اس کی سفارش کی [له]

بخاری کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی جب معلومات حاصل کرنے باہر نکلے تھے تو اتفاق سے لشکر اسلام کے پہرہ داروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور رسولؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ اس وقت ابوسفیان نے اسلام قبول کیا [له]

له تاریخ مسلمانان عالم ج ۱ ص ۸۷
له طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۵
له نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۱۰
له صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۰

www.kitabmart.in

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ رسولؐ کی خدمت میں آنے کے بعد بھی وہ آپکی رسالت کی گواہی پر تیار نہ تھے مگر جناب عباس کے متنبہ کرنے پر کہ گواہی نہ دوگے تو پھر جان کی خیر نہیں، مجبوراً حضرتؐ کی رسالت کی گواہی بھی دی ۔[۵۱]

بلکہ جیسا کہ اسکے بعد بیان ہوگا جب جناب عباس ابوسفیان کو لیکر فوج اسلام کے آگے بڑھنے کے وقت ایک بلندی پر کھڑے ہوگئے اور سامنے فوج کے دستے گروہ گروہ تو باوجودیکہ ابوسفیان اس سے پہلے توحید اور رسالت کا اقرار کر چکا تھا، پھر بھی اس وقت اُس نے فوج اسلام کی شان وشوکت دیکھ کر عباس سے کہا کہ تمھارے بھتیجے کی بادشاہت تو بہت بڑی ہوگئی ہے۔ جناب عباسؓ نے ٹوکا اور کہا یا اباسفیان اتنا "ارے وہ نبوت ہے"۔ تو اس نے کہا "اچھا یوں ہی سہی"۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ دل سے اُس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بس حالات کے دباؤ سے اظہار اسلام کر رہا تھا۔

اس صورتِ حال پر تبصرہ "شہید انسانیت" میں مختلف جگہ ایسے مکمل انداز سے ہوگیا ہے کہ جناب پروفیسر خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری بھی اُسی کو الگ مقامات سے مرتب کر کے درج کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اور اُسی کو ہم اب اُن کے یہاں سے ذیل میں درج کر رہے ہیں تاکہ اس کتاب میں یہ جزء تشنہ نہ رہے :۔

جب ابوسفیان حضرت عباس کو لیکر دربار رسالت میں حاضر ہوا تو اس وقت کی تصویر کشی علامہ شبلی نے اس طرح کی ہے :۔

---

[۵۱] کامل ج ۲ طبع بیروت ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۴۵

www.kitabmart.in

ابوسفیان کے پچھلے تمام کارنامے سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اُس کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرتؐ کے خفیہ قتل کرنے کی سازش، ان میں سے ہر چیز اُس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز (عقوبی) تھی۔ اس نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ خوف کا مقام نہیں چنانچہ عباس نے سفارش کی اور ابوسفیان نے اسلام قبول کیا۔

(سیر قطبی جلد ۱ صفحہ ۲۷)

اس واقعہ سے ہر انسان یہ بات سوچنے پر مجبور ہے کہ فوج کی ہیبت سے آدمی سر جھکا سکتا ہے، ہاتھ روک سکتا ہے، ہتھیار ڈال سکتا ہے۔ زبان بند کر سکتا ہے بلکہ اپنا گلا تک کاٹ سکتا ہے مگر اپنے دل میں تبدیلی نہیں پیدا کر سکتا۔ اپنے قلب میں یقین کی صفت پیدا نہیں کر سکتا اور اپنی نفرت کو محبت میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ نفرت اور دشمنی جو اُن حدود تک پہونچ چکی تھی جن کا مظاہرہ گزشتہ واقعات سے ہو چکا۔ کیا فوجی مظاہرے کے اثر سے دشمنی محبت و عقیدت سے تبدیل ہو سکتی تھی۔ اس سے عام فطرت کے مطابق کیا سمجھا جا سکتا ہے؟ صرف اتنا کہ وہ دشمن، جو پھنکارے مارتے ہوئے اژدہے کی طرح سامنے موجود تھا، اب مارِ آستین بن کر خفیہ رہے دونوں کے لئے آزاد ہو گیا اور کوئی شبہ نہیں کہ دشمن کی یہ صورت اُس صورت سے زیادہ خطرناک ہے جبکہ وہ خنجر بکف گلا کاٹنے کے لئے سامنے کھڑا ہو۔

اس طرح کے لوگ جو غلبہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے، ان کی نفسیاتی کیفیت وہی تھی جو بزدلی ہوئی اور شکست خوردہ قوم کی ہوتی ہے یعنی

www.kitabmart.in

نفرت، دشمنی، غصہ، جذبۂ انتقام اور اس کے ساتھ ساتھ ڈر جس کے نتیجہ میں وہ کھل کر اپنی عداوت کا اظہار تو نہیں کر سکتے تھے مگر برابر موقع کے منتظر تھے کہ کسی طرح ہم اسلام کو نقصان پہونچا دیں اور اگر اس کو ختم نہ کر سکیں تو کم از کم اُس کی امتیازی خصوصیات کو تبدیل کر دیں جو اُس نے قائم کی ہیں اور جن سے ہمارے اقتدار کو صدمہ پہونچا ہے اور اسلام کے پردے میں بھی اُن امتیازی حدود کو قائم کر دیں جو اسلام کے پہلے عرب میں تھیں۔

سرکار رسالتؐ کی زندگی میں اُن کے اس مقصد کی تکمیل مشکل تھی ان سب کی بڑی احتیاط کی جاتی تھی۔ ان کو عام مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ نہ ان کو مسلمانوں پر حاکم بنایا جاتا تھا بلکہ اکثر تحفے تحائف دے کر ان کی دل جوئی بھی کی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنے ظالمانہ انداز بھول جائیں اور یہ نہیں تو ان کی آئندہ نسلیں اسلام میں رہ کر امن و امان کی زندگی اختیار کریں اور سچے مسلمان ہو جائیں مگر ان کے جذبات وہی رہے اور اگر ذرا اسلام پر کوئی مصیبت پڑتی تو ان کے چہرے خوشی سے کھل جاتے اور کبھی جذبات دبی زبان سے نکل بھی جاتے چنانچہ ہم ایسے مواقع کی اپنی اس تاریخ میں نشان دہی کرتے رہیں گے[۱]۔

اس پورے مضمون کو جو تقریباً ۴ صفحات پر حاوی ہے جس کا دل چاہے، زیادہ تر بعینہٖ الفاظ ہماری کتاب "شہید انسانیت" سے میں پڑھ لے۔

---

[۱] اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد اول ص۱۷ تا ۱۷۔ ۵۲ مطبوعہ ادارہ ادبیات ۵۹ - ۶۰ و ص۹۳

www.kitabmart.in

پیغمبر خداؐ کے امن پرور اعلانات و مکّہ کی طرف شاندار پیشقدمی

ابوسفیان نے ایک رات قیام کرنے کے بعد مسلمانوں کے نظم و ضبط اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاص و عقیدت کا حال اپنی آنکھ سے دیکھا کہ صبح کی نماز کے لئے حضرت وضو کے لئے جو بیٹھے تو مسلمان ٹوٹے پڑ رہے تھے کہ کوئی قطرہ آپ وضو کا اُن کے چلّو میں آجائے اور جسے ذرا بھی کامیابی ہوگئی، اُس نے وہ پانی برکت کے خیال سے اپنے منھ پر مل لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ عمل پیغمبر اسلامؐ کے سامنے ہو رہا تھا جنھوں نے توحید کا علم قائم کیا تھا۔ معلوم نہیں اس کے بعد مسلمانوں کے ایک طبقہ نے توحید کا کوئی نیا سبق کس مدرسے حاصل کیا جو تعظیم پیغمبر خداؐ کے کسی ایسے مظاہرے کو داخلِ شرک سمجھنے لگے۔

ابوسفیان کے دل پر اس منظر سے ایسی دہشت چھائی کہ اُس نے کہا، میں نے قیصر اور کسریٰ کے دربار میں بھی دیکھے ہیں مگر یہ جاہ و جلال میری نظروں نے کبھی نہیں دیکھا[۱]۔

نماز کے بعد اُس نے پیغمبر خدا سے اجازت مانگی کہ اب مجھے مکّہ جانے دیجئے کہ میں وہاں کے لوگوں کو اپنے تاثرات سے آگاہ کروں۔

جب وہ چلنے لگا تو بعض مورخین کے بیان کے مطابق خود پیغمبر خداؐ نے جناب عباس سے فرمایا کہ ذرا اسے مسلمان فوج کی شان دکھلا دیجئے۔ اس پر حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ آدمی ہے ذرا امتیاز کا

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ ج ۳، ص ۲۹۱

www.kitabmart.in

شوقین تو کچھ ایسا فرما دیجیے کہ یہ مکہ میں جا کر کچھ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کا موقع پا جائے، حضرت نے فرمایا :-

من دخل دار ابی سفیان فھو آمن — جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا اُس کے لئے اماں ہے۔

ابو سفیان نے خود حیرت اور بالیدگی کی سموئی ہوئی کیفیت میں پوچھا : "میرے گھر میں ؟ !" فرمایا "ہاں ہاں تمھارے گھر میں" ، مگر ذرا سی وقفہ کے بعد فرمایا :-

ومن دخل دار حکیم بن حزام فھو آمن — حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کے لئے بھی اماں ہوگی۔

بات یہ ہے کہ ابو سفیان کا گھر مکہ کے ایک سرے پر تھا اور حکیم بن حزام کا گھر دوسرے سرے پر تھا۔ تو اس گھر کو جائے امان بنانے میں ایک طرف کے علاقہ والوں کو آسانی ہو اور دوسرے گھر کا نام لینے سے دوسری سمت والوں کی اور پھر اس پر اکتفا نہیں۔ فرمایا :- "جو مسجد حرام (کعبہ کے اطراف) میں داخل ہو جائے، اُس کے لئے بھی اماں ہے"۔ اور بس اتنا بھی نہیں بلکہ فرما دیا :-

ومن اغلق بابہ فھو آمن[۱] — جو خود اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اس کے لئے بھی اماں ہے۔

ظاہر ہے کہ اب اماں تو عام ہی ہو گئی مگر سب سے پہلے اپنا نام لے کر جو اعلان ہوا، اُسے خصوصیت کے ساتھ ایک ایک سے بیان کرنے کا موقع

---

۱ ۔ کامل الابن الاثیر ج ۲ صـ ۲۴۳

www.kitabmart.in

مل جانے سے ابوسفیان کی [illegible] کا ایک سامان ہو گیا۔ اس کے بعد جناب عباس آگے بڑھے اور ابوسفیان کو روک کر فرمایا کہ ٹھہر و ذرا لشکر اسلام کا منظر دیکھ لو، پھر مکّہ جاکر بیان کرنا اور ابوسفیان کو لے کر بیرون مکّہ ایک پہاڑی پر جو موڑ کے اوپر واقع تھی کھڑے ہو گئے جس کے نیچے قریب سے فوج کے دستے گزرنے والے تھے۔

فتح مکّہ کے سلسلہ میں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کا ایک بڑا پُرزور قصیدہ ہے جو عربی ادب کے شاہکاروں میں سے اور جناب تاج العلماء مولانا سید علی محمد (ابن سلطان العلماء ابن غفران مآبؒ) نے جو عربی کے ادیب اور بہت بڑے مجتہد ہوتے ہوئے ملک کے اس وقت کے سیاسی تقاضوں کا تصور پیدا ہونے سے بہت قبل بلکہ جناب آرزو لکھنوی کی پیدائش سے بہت پہلے جو خالص اُردو لکھنے کے موجد سمجھے جاتے ہیں، خالص اُردو یا ہندوستانی زبان میں لکھنے کی ابتدا فرمائی، انھوں نے اس دَور کے ادبی پیرایہ میں اس قصیدہ کا ترجمہ بلکہ شرح تحریر فرمائی ہے۔ اس میں ابوسفیان کے اسلام لانے اور پھر لشکر اسلام کا نظارہ کرنے کے واقعہ سے متعلق جو حصہ ہے اُسے بطور ایک قدیم شاہکار اور یادگار کے اس مقام پر درج کیا جاتا ہے اگرچہ بنظر اختصار درمیان سے حملۂ حیدری کے اشعار اور اکثر عبارت آرائی کی خاطر جو بہت بھلے حرف ہوئے ہیں، اُنھیں حذف کرکے نفس واقعہ کو سلسلہ سے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

ابوسفیان مجلس میں آیا اور عباسؓ کے ذریعہ سے حضرت کی خدمت

www.kitabmart.in

میں ڈر کے ایمان لایا اور امان بھی مگر دل کا مالک خدا تھا چنانچہ فاضل معتزلی لکھتے ہیں :-

خطا برأی اعلی لستمار تصاعد — فلما رأی ان لا نجاة عند سرا

یعنی اڑ گیا ابوسفیان آسمان پر، جب وہاں نجات نہ پائی تو پھر زمین پر ٹھہرا۔

وحاذر غربی مشرقی مذ کرا — حضرت فالقی المشرقی مذ کرا

خلاصہ یہ کہ اٹھی ہوئی دو دھاری تلوار کی باڑھ دیکھ کے سہم گیا۔ پہلے تو اسلام کا نام سن کے بغلیں جھانکنے لگا پھر اسلام قبول کیا۔

واعطی یدا الم لعطها عن محبة — وقول لهدی ماقاله متبختوا

بیعت کے لئے بکراہت ہاتھ تو بڑھا دیا لیکن دل سے کب منظور تھی اور عہد وفا تو کیا مگر وفاداری کا کب خیال تھا۔

فکنت بذاک العفو اولی بالعلی — احق وبالاحسان احری واجدرا

اور اسلئے کہ آپ اولی بعفو و احسان تھے تو اس وجہ سے آپ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی۔

لا نضمت یا نخفی العداوة ناصقا — تعظیم من دون ... مستترا

حیف صد حیف اے ابوسفیان کہ ظاہر میں تو بڑے تعظیم و تکریم کی حضرت کی اور باطن تو عداوت چھپائی ہوئی ہے۔

ویحبلک ان تدعو ... یا ففا — ویتبطن ضدا للذی خلت مظهرا

... کیا مرے نزدیک ننگ وعار کو کہ ظاہر و باطن تیرا یکساں نہ ہو ... نفوس ... تیرے ... ہو۔

www.kitabmart.in

جب حضرت نے اسے رخصت کیا تو منشاء نظر اقدس یہ ہوا کہ وہ گروہ فرار ورجاہ و حشم لشکر ظفر پیکر کا دیکھتا جائے تا کہ پھر رعب سے بغاوت و شقاوت نہ کر سکے پس حضرات نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ اُسے سامنے لے جا کے ایک ٹیکرے پر کھڑے ہوں تا کہ لشکر خدا کا سیاہا اُس روسیاہ کی نظر سے گزرے اور ادھر جب مہاجر و انصار و فاتحار ور دولت پر جمع ہو چکے تو حضرت نے سواری طلب فرمائی۔ ایک ناقہ کودتی قصوی نام حضرت کے سامنے آیا اور حضرت نے نور طور کی طرح اُس پر جلوہ فرمایا۔ جلو میں بے شمار پیادہ سوار تنگ و دو میں تھے۔ ادھر نوجوان کا شور و غوغا، اُدھر گھوڑوں کو ہنہنانے سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔

قلب لشکر میں سید مختار تھے، گرد و پیش ہالے کی طرح مہاجر و انصار تھے۔ راہِ خدا میں سر فروشی پر سب تیار تھے اور روبرو حضرت کے حیدر کرار تھے۔ یہاں پر کوئی مثال کب پھبتی ہے، ہاں چاند کے سامنے کے تارے کی تشبیہ البتہ کچھ پھبتی ہے۔ دستِ خدا میں نشان زر فشاں تھا۔ ڈاب میں ذوالفقار پر کہکشاں کا گمان تھا۔

اس کروفر سے لشکر خدا چلا، یہاں تک کہ ابو سفیان کا سامنا ہوا، سب کے پہلے خالد بن الولید کو کھینٹ بنایا تھا۔ اور اُس کے ہمراہیوں کو ہراول ٹھہرایا تھا۔ ہزار سوار جرار نے اُس کے پیچھے پرا جمایا تھا۔ ہاتھ میں اُس کے بہت بڑا علم تھا۔ زرفشاں جس کا پرچم تھا۔ ہر ایک کے بدن میں زرہ، کمر میں تلوار، سر پہ خود، پشت پہ سپر، ہاتھ میں نیزہ تھا، پشت زمین پر جبیں بجبیں ایسے غیظ و غضب میں بھرے بیٹھے تھے کہ جیسے

www.kitabmart.in

بپھرا ہوا شیر۔ جب ابو سفیان سے چار آنکھ ہوئی تو سب لشکر نے تکبیروں کا ایک نعرہ مارا اور تیروں کی طرح سامنے سے نکل گئے۔ ابو سفیان عباس سے کہا کہ یہ لشکر رسولِ خداؐ ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابھی فوج رسولِ خدا کہاں، یہ تو لشکر خالد ہے، تمھارا ولید جس کا والد ہے۔ یہ سن کے ابو سفیان ہنس کے کہنے لگا کہ اللہ اللہ! دو دن میں یہ بے باپ کا بدتمیز چھوکرا تمھاری فوج میں افسروں میں محسوب گیا۔ پھر زرہ پوش زبیر عوام تھے کہ جو مثل نہنگ دام تھے، سر پر نورانی خود دیے تھے۔ زرہ چار آئینہ بدن میں آراستہ کئے تھے۔ ہر بات جرأت کی سراسر تھی۔ ہر دم سینہ اور بازوؤں پر نظر تھی۔ کھجور کے درخت کا سا بھالا ہاتھ میں اٹھایا تھا۔ پیش صف اُن کے جھوم جھوم کے چلنے نے مست ہاتھی کی چال کو بھی بھلایا تھا۔ سامنے اُن کے ایک دیبائے چینی کا پھریرا اڑتا جاتا تھا، سایہ اُس کا زمین کی بہار دکھاتا تھا اور اُن کے پشت پر سریاں سے سوار بڑے سورما نہایت جرار تھے۔ بدن میں زرہ آراستہ کئے تھے۔ ہاتھوں میں بڑے بڑے نیزے لئے تھے۔ پرتلوں پر تلواریں لٹکائے تھے، سروں پر خود رکھے بازوؤں پر کمانیں لگائے تھے۔ گھوڑوں پر پاکھروں کی عجیب شان تھی۔ بے مثل و لاجواب بے گمان تھی ___ اس شان و شوکت سے وہ لوگ بھی آئے۔ ابو سفیان کو دیکھ کر اللہ اکبر کا نعرہ زبان پر لانے۔ عباس سے کہا کہ کیا یہ لشکر حضرتؐ ہے جو اس کا ایسا احتشام ہے۔ عباس نے کہا نہیں فقط یہ فوج زبیر عوام ہے۔

پھر ایک اور جماعت آئی۔ اُن سے اُس دہشت [illegible]

www.kitabmart.in

زینت پائی۔ اُن کے آگے سن رسیدہ، جہاں دیدہ، آزمودہ کار، مرد دین۔ حضرت ابوذر غفاری تھے۔ چمکتی ہوئی لوہے کی ٹوپی سر پر دیئے تھے۔ نورانی قبا زیب بدن کیے تھے۔ طبیعت جہاد پر بہت مائل تھی۔ ایک تیغ بے دریغ الماس رنگ گلے میں حمائل تھی۔ اُن کی نورانی پیشانی ایمان سے چمک رہی تھی — دستِ حق پرست میں ایک نشان تھا۔ اگر وہ گرد برد میدان غبار سے کالی رات کی طرح تیرہ و تار تھا تو وہ بجائے کہکشاں تھا۔ اُن کے عقب میں بنی غفار تھے۔ کل وہ پانچسو سوار تھے — اس رنگ ڈھنگ سے ابوسفیان کے سامنے آئے اور نعرۂ حیدری اللہ اکبر زبان پر لائے۔ ظاہر تو اشتران کے پیر تھے۔ مگر حقیقت میں یہ سب کرشمے کمان کے تیر تھے — ابوسفیان نے کہا یہ کون بزرگ ہے؟ عباس بولے کہ یہ مصاحب خاص پیمبر ابوذر دیندار ہے۔ پھر بنی کعب آئے۔ وہ نیا رنگ لائے۔ پھر قوم مزینہ سے ہزار سوار آئے — پھر ٹڈی دل کی طرح جہینہ کا لشکر آیا اس نے وہی رنگ دکھایا — آخر الامر بہت دیر کے بعد لشکر خاص حضرت آیا جس کے رو ... کے بیان کی طاقت طاق ہے — حضرت کے پشت پر سپاہ تھی در رو برو حضرت آئے۔ خدا کا سایہ جلو میں، عجیب قدرت خدا دکھائی دیتی تھی۔ وہ سہانا وقت، نورانی صورت، سفید باس، زمین سے آسمان تک نور کا تتق بندھ گیا تھا!!

اس موقع پر تاریخ کا یہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ لشکر اسلامی کی ... کو دیکھ کر ابوسفیان نے بیساختہ جناب عباس سے کہا۔

لقد اصبح ملک ابن اخیک الیوم عظیما — تمھارے بھتیجے کا ملک تو اب بہت بڑا ہوگیا ہے۔

www.kitabmart.in

اُنھوں نے فوراً اُس کا مُنہ بند کیا اور کہا:

یا ابا سفیان انہا النبوۃ[1] ارے یہ سلطنت نہیں ہے، نبوت ہے۔

اُس نے ناچار کہا فنعم اذن اچھا تو پھر اب یہی سہی[1]

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ فرق اس کے بعد ہمیشہ قائم رہا، جو راسخ العقیدہ مسلمان تھے، وہ نبوت مانتے تھے اور جو سیاسی اثرات کے ماتحت مسلمان ہوئے تھے یا ایسے مسلمانوں کے وارث تھے، وہ ہمیشہ اُسے سلطنت ہی سمجھتے تھے۔

عام مورخین نے تو لکھا ہے کہ انصار کے دستہ کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اصحاب کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے تھے[2] مگر علمائے شیعہ میں سے علامہ طبرسی کا بیان ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس انصار مدینہ کے دستہ میں تھے (وموررسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فی الانصار)[3]

اگر ایسا تھا تو یہ اپنے پناہ دینے والوں کے حق کا خاص احترام "خلق عظیم" کا ایک کرشمہ تھا کہ دیکھو جب میں اپنے نسبی وطن میں داخل ہو رہا ہوں تو بھی تمھاری وفاداری اور حسن سلوک کو نہیں بھولا ہوں اور یہ نہ سمجھنا کہ اب میں مکہ میں داخل ہو کر پھر مکہ والا ہو جاؤنگا بلکہ میں اب مدنی ہوں اور مدنی ہی رہوں گا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۳ صفحہ ۲۹۱ تاریخ یعقوبی طبع بیروت ۱۳۷۹ھ ۹۶۰ء ج ۲ صفحہ ۵۹ تاریخ طبری صفحہ ۱۶۳۴ طبقات ابن سعد ج ۲ صفحہ ۹۷
[2] البدایۃ والنہایۃ ج ۳ صفحہ ۲۹۲ [3] اعلام الوریٰ صفحہ ۱۱۶

www.kitabmart.in

یہ دستہ انصار کا تھا لہٰذا حضرت کا علم انصار کے علمدار سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا، مگر انھوں نے صحیح طور پر اس فتح کے موقع پر رسول ؐ کے موقف کو سمجھا نہیں تھا، اس لیے ان کی نظر جو ابوسفیان پر پڑی تو جنگجویانہ انداز میں للکار دیا کہ

یا ابا سفیان الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الحرمۃ	اے ابوسفیان! آج ہنگامہ مردالا دن ہے: آج بڑی حرمتیں یعنی بڑی شان والوں کی درگت بننے والی ہے۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کے پیغمبر خدا ؐ نے فوج مرتب فرمائی اور اس وقت علم لشکر سعد بن عبادہ کو دیا تو انھوں نے بطور رجز کہا:۔

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الحرمۃ [1]

بعض تاریخوں میں ہے کہ ابوسفیان یہ سن کر صفوں کو چیرتا حضرت رسول خدا ؐ کے پاس پہونچ گیا اور رکاب کو بوسہ دے کر کہا آپ نے سنا سعد کیا کہہ رہے ہیں! اور انہی کے الفاظ دہرا دیے۔

بعض نے ابوسفیان کا اس موقع پر ذکر نہیں کیا ہے. بہرحال رسول ؐ کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا غلط ہے. سعد کا کہنا کوئی چیز نہیں۔ آج تو لائق احترام چیزوں کی حرمت قائم ہونے کا دن ہے آج کعبہ کو اسکی عظمت واپس دی گئی [2] اس کے ساتھ آپ نے سعد کے ہاتھ سے علم واپس منگالیا اور حضرت علی ؑ کے سپرد فرما دیا [3]۔ چنانچہ حضرت علی ؑ نے علم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون قسم ۲ ج ۲ ص ۸ [2] البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۹۲
[3] ابن خلدون ق ۲ ج ۲ ص ۸

www.kitabmart.in

طبری کے الفاظ ہیں :-

فقال رسول اللّٰہ لعلی بن ابی طالب ادرکہ فخذ الرّایۃ فکن انت الّذی تدخل بہا[۱]

پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ جاؤ خبر لو۔ علم اُن سے لے لو۔ اور تم ہی اُسے لے کر مکہ میں داخل ہونا۔

ابن خلدون نے لکھا ہے :-

فامر علیّاً ان یاخذ الرّایۃ عنہ (تقریبا الجزء الثانی ص۴۳)

پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ علم اُن سے لے لیں۔

ایسا ہی تاریخ ابو الفداء (ج ۱ ص۱۴۸) میں ہے۔

بہ عظمت داخلہ

جیسا کہ مسٹر اے۔ کے حمید نے بھی لکھا ہے :- "شہر میں داخلے کے وقت رسول خدا[۲] کے آگے حضرت علیؑ اسلامی جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے ــــــ جلوس سیدھا کعبہ میں داخل ہوا۔ صحن میں کھڑے ہو کر سرکار نے یہ آیت پڑھی :-

"شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ اللہ ہی آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی باتوں کا وعدہ کیا تھا جو پوری ہو کر رہیں گی۔ اللہ تمہارے دشمنوں پر غالب ہے۔ اور اللہ ہر بات پر قادر ہے"

اس وقت سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا[۳] جو اب سادات بنی فاطمہ کی جو عمامہ پہنتے ہوں، علامت ہے۔

---

[۱] الرسل والملوک ص۳۶
[۲] تاریخ مسلمانانِ عالم حصہ اول ص۸۵
[۳] الکامل لابن الاثیر ج ۲ ص۱۵۲

www.kitabmart.in

دوسرے مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت کعبہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور ٹھہر کر دونوں بازو دروازے کے ہاتھ سے تھامے اور فرمایا :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

کوئی خدا نہیں سوا اللہ کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تن تنہا تمام متفقہ طاقتوں کو شکست دے دی۔

عفو عام کا تاریخی اعلان

اس اعلان کا ذکر بعض مورخین نے "بتوں سے خانہ کعبہ کی طہارت" کے بعد کیا ہے مگر زیادہ مؤرخین اس کا تذکرہ پہلے کرتے ہیں، اس لئے ہم بھی احساس کر رہے ہیں۔

مسٹر اے، آر، حمید لکھتے ہیں کہ :-

"سرکار نے نماز ادا کی، بعد میں چاہ زمزم پر پہنچے اور وہاں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ اسکے بعد ایک اعلان جاری کیا کہ جو دنیا کی تاریخ میں نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ فرمایا " آج کے دن تم کو کوئی خطرہ نہیں اے جماعت قریش آج خدا نے تمہارے جاہلانہ غرور کو خاک میں ملا دیا اور تمہاری قبیلہ کی لن ترانیاں خاک میں مل گئیں، سن رکھو، خدا نے تم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور پھر خاک میں ملا دے گا۔ خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور جس کے عمل شریفانہ ہوں۔ اے روسائے شہر

ا اعلام الوریٰ ص ۔۔۔ ۲ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۵۲

www.kitabmart.in

میں نے تم کو آزاد کیا اور تم سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کروں گا"۔[1]

تعجب ہے کہ ہمارے محترم خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری نے اس موقع پر صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ "نماز شکر ادا فرمائی اور اہل شہر کو اکٹھا کر کے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جس میں اللہ کی توحید پر قائم رہنے، شرک سے بچنے اور انسانی اخوت کو ملحوظ رکھنے کی تلقین فرمائی"۔

اس میں معلوم نہیں کس وجہ سے اُس عام معافی کا بالکل تذکرہ نہیں ہوا ہے جو فتح مکہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کردار کا نہایت درجہ اہم پہلو ہے جیسے دنیا کے تمام اقوام کے سامنے اس تحدی کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے کہ فاتوا بسیرۃ من مثلہ

اسے علامہ طبری طاب ثراہ نے بڑی مکمل صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

ودخل صناديد قريش الكعبة وهم يظنون ان السيف لا يرتفع عنهم فاتى رسول الله صلى الله عليه وآله البيت واخذ بعضادتي الباب ثم قال لا اله الا الله انجز وعده ونصر عبده وغلب الاحزاب وحده ثم قال ما

اور قریش کے بڑے آدمی کعبہ میں آئے اور اُن کا زیادہ گمان یہ تھا کہ وہ تہ تیغ ہونے سے بچ نہیں سکتے۔ اب رسولِ خدا کعبہ کے طرف تشریف لائے اور آپ نے دروازے کے دونوں پہلو ہاتھوں سے پکڑے پھر کہا کوئی خدا نہیں سوا اللہ کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور وہ تنہا تمام مخالف جماعتوں پر غالب آیا۔ پھر فرمایا بتاؤ۔ تمہارا اب کیا

---

[1] تاریخ مسلمانانِ عالم حصہ اول ص۸۵ [2] اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد اول ص۱۰۶

www.kitabmart.in

تظنون وما انتم قائلون فقال
سهيل بن عمرو نقول خيرا
ونظن خيرا اخ كريم وابن عم
قال فاني اقول لكم كما قال
اخي يوسف لا تثريب عليكم
اليوم يغفر الله لكم وهو
ارحم الراحمين الا ان كل دم
ومال ومأثرة كان في الجاهلية
فانه موضوع تحت قدمي
الا سدانة الكعبة وسقاية
الحاج فانهما مردودتان الى
اهليهما الا ان مكة محرمة
بتحريم الله لم تحل لاحد كان
قبلي ولم تحل لي الا ساعة من
من نهار فهي محرمة الى ان
تقوم الساعة لا يختلى خلاها
ولا يقطع شجرها ولا ينفر
صيدها ولا تحل لقطتها الا
لمنشد ثم قال الا لبئس
جيران النبي كنتم لقد كذبتم

گمان ہے کیا کہتے ہو یا سہیل بن عمرو نے کہا
ہم اچھا ہی کہتے ہیں اور اچھا ہی گمان رکھتے
ہیں۔ آپ ایک شریف بھائی ہیں اور چچا کے
بیٹے ہیں۔ فرمایا، اچھا میں تم سے وہی کہتا ہوں
جو میرے بھائی حضرت یوسف نے کہا تھا کہ
پر اب اسوقت تم پر کوئی الزام دینا نہیں ہے
اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ تمام رحم کرنے
والوں میں سب سے زیادہ رحیم ہے۔ معلوم ہونا
چاہیئے کہ ہر خون اور مال کا مطالبہ اور فخر جو
جاہلیت کے دور کا ہے، وہ سب میرے پیروں
کے نیچے (پامال) ہے۔ سوا کعبہ کی تولیت اور
حاجیوں کی سیرابی کے یہ عہدے انھیں کو واپس کئے
جاتے ہیں جنکے پاس پہلے سے تھے۔ آگاہ ہونا چاہیئے
کہ مکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے محترم ہے۔ اسمیں دنگا فساد
اقدام مجھ سے پہلے کبھی حلال نہیں تھا اور میرے
لئے بھی تھوڑی دیر کیلئے آج حلال ہوا ہے
اور اب قیامت تک کیلئے اسکی حرمت ہو گئی
وہ یہ ہے کہ اسکے درخت کو کاٹا نہیں جا سکتا
اور اسمیں کسی شکار کو چھیڑا نہیں جا سکتا
اور اسمیں گری پڑی چیز کا اٹھانا جائز نہیں
سوا اسکے جو مالک کو ڈھونڈھ کر اس تک
پہونچانا چاہتا ہو، پھر فرمایا پیغمبر کے کتنے برے

www.kitabmart.in

طردتم واخرجتم وقاتلتم
ثم مارضیتم حتی جئتمونی
فی بلادی تقاتلونی فاذهبوا فانتم الطلقاء
فخرج القوم وکانما
انشروا من القبور ودخلوا
فی الاسلام ۵

پڑوسی تم تھے۔ تم نے مجھے باہر نکالا (۱)
ہر طرح شکست دینے کی کوشش کی۔ پھر یہ
بھی اکتفا نہیں کیا بلکہ تم میرے شہر میں
جا کر مجھ پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کیلئے چڑھ
کر گئے۔ اب سب سے بڑھ کر جاؤ تم سب کو
چھوڑ دیا۔ اس اعلان کو سن کر سب لوگ نکلے
اور یہ معلوم ہوتا تھا جیسے قبروں سے دوبارہ
زندہ ہو کر باہر نکلے ہیں اور اب وہ سب
دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس میں دو جز تاریخی حیثیت سے بہت ہی اہم ہیں۔

ایک یہ کہ حضرتؐ نے جو اُن کی فرد قرارداد جرم مرتب کر کے انہیں سنائی ہے، اُس میں فرماتا ہے کہ "تم میرے شہر جا کر مجھ پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے لئے چڑھ کر گئے" یہ فقرہ آغاز جنگ اسلامی اور بخصوص جنگ بدر کے پس منظر پر جس کے متعلق بڑی لسبیط بحث ہماری اس تاریخ کے حصہ اول میں آئی ہے، اتنی تیز روشنی ڈالتا ہے کہ اُس کے بعد شک وشبہ کی تاریکی کو سر چھپانے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔

دوسرے آخر کا یہ جملہ کہ اس اعلان کے بعد وہ لوگ مسلمان ہوئے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معافی کا اعلان ان کے اظہار اسلام سے پہلے تھا یعنی یہ عفو وکرم غیر مسلم جماعت کے ساتھ ظہور میں آیا تھا۔

---

۵ اعلام الوریٰ صفحہ ۱۱۸

دوسرے مؤرخین نے اس کے اجزاء کو منتشر طور پر ذکر کیا ہے۔

ابن الوردی نے جو حضرت کا سوال ما ترون انی فاعل ؟ کیا سمجھتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا کرونگا؟ اور اس کا جواب اخ کریم وابن اخ کریم "شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے" اس کے بعد بلا فاصلہ لکھا ہے:

قال فاذهبوا فانتم الطلقاء "جاؤ تم سب کو چھوڑے دیتا ہوں"[1]

ابو الفداء نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ بس وہ سوال لکھا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرونگا اور اس کا جواب کہ ہمیں اچھا ہی گمان ہے اخ کریم وابن اخ کریم اور بس اس کے بعد رسول کا ارشاد:

فاذهبوا فانتم الطلقاء "اچھا جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا"[2] ابن اثیر نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اور حضرت کے ارشاد انتم الطلقاء کے بعد یہ اضافہ کیا ہے:۔

فعفا عنهم وکان الله قد امکنه منهم وکانوا له فیئا فلذلک سمی اهل مکه الطلقاء

(کامل جلد ۲ ص ۲۵۲)

اسطرح آپ نے انھیں معاف کردیا حالانکہ اللہ نے آپکو ان پر پورا قابو دیدیا تھا اور وہ اب آپکے سامنے بطور مالِ غنیمت موجود تھے سی لئے مکہ کے باشندوں کا نام ہوگیا طلقاء یعنی ایسے غلام وکنیز جو آزاد کردیے گئے۔

مسعودی نے فتح مکہ کا ذکر بہت مختصر کیا ہے۔ اسطرح کہ اس سال کا اہم واقعہ بت شکنی کو قرار دیتے ہوئے بس یہ لکھا ہے کہ:۔

---

[1] تاریخ ابن الوردی ط مصر ۱۲۸۵ھ ج ۱ ص ۱۴۳ [2] تاریخ ابن الفداء ج ۱ ص ۱۵۲

www.kitabmart.in

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر قریش ما ترون انی فاعل بکم قالوا خیرا اخ کریم وابن اخ کریم قال اذھبوا فانتم الطلقاء

(مروج الذہب ج ۱ ص ۱۵۱)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گروہ قریش تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرونگا انھوں نے کہا نیک خیال ہے۔ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے فرمایا اچھا جاؤ سب کو چھوڑے دیتا ہوں۔

بالکل اسی کا تتبع صرف ایک لفظ کا فرق یعنی ما ترون کے بجائے ما تظنون کے ساتھ ہمارے زمانہ کے ماضی قریب کے مورخ خضری بک نے کہا ہے[1]

یعقوبی نے وہ سوال درج کیا ہے کہ تمہارا میرے متعلق کیا گمان ہے اور جواب ما نظن الا خیرا اخ کریم وابن عم کریم —— اس صراحت کے ساتھ کہ یہ جواب سہیل بن عمرو نے دیا۔ وہی سہیل جو حدیبیہ کی صلح میں شرکت کا نمایندہ تھا۔ پھر ایک طولانی تقریر حضرتؐ کی درج کی ہے جس میں حرمت حرم وغیرہ کا ذکر ہے اور کچھ خاص اسلامی آئین کے اصول جیسے قتل شبہ عمد کی سزا اور یہ مشہور مسئلہ کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر (یعنی بچہ اصل شوہر کا قرار دیا جائے گا اور زنا کار کے لئے صرف پتھر ہونگے) اور پھر آخر میں یہ جملے لکھے ہیں:

الا لبئس الجیران کنتم — ارے کتنے برے پڑوسی تم تھے۔ اچھا

---

[1] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ج ۲ ص ۱۹۶

www.kitabmart.in

فاذھبوا فانتم الطلقاء۔ جاؤ، تم سب کو چھوڑے دیتا ہوں۔
(تاریخ ابن واضح طبع بیروت ج ۲ ص)

بغیر لحاظ طوالت میں نے متعدد تاریخوں کے اقتباسات بجنسہ پیش کر دیے ہیں اس غرض سے کہ میں جو چیز ان میں محسوس کرتا ہوں، اُسے ناظرین بھی براہ راست محسوس کریں۔

اس میں جو فقرہ سب کے یہاں متفقہ طور پر موجود ہے، وہ ہے اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب کو چھوڑے دیتا ہوں۔

یہ طلقاء طلیق کی جمع ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو بحیثیت اسیر جنگ پکڑا جائے تو اس کے بعد غلام یا کنیز کی حیثیت سے فریق مخالف کی ملکیت ہوتا تھا اور پھر رحم کھا کر اُسے چھوڑ دیا جائے۔

اس لفظ کے اندر معانی کے اعلان کے ساتھ تحقیر اور سرزنش دونوں موجود ہیں۔ اس لئے یہ لفظ ہمیشہ کے لئے اُن کے دامن پر داغ بن کر رہ گئی جیسا کہ ابن اثیر کی عبارت ہے جو سابق میں درج ہو آیا ہے کہ اسکے بعد مکہ والوں کا لقب ہو گیا طلقاء ـــــ یہاں تک کہ یہی لفظ اپنے حدود تہذیب میں بطور سخت دشنام کے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ان خطوط میں جو امیر شام معاویہ کے نام لکھے ہیں مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے کبھی یوں کہ ما للطلقاء و ابناء الطلقاء والمفاضلۃ بین المہاجرین بھلا انھیں جو خود بھی طلقاء ہیں اور اولادِ طلقاء ہیں، یہ حق کہاں پہونچتا ہے کہ وہ مہاجرین کے درمیان فضیلت

www.kitabmart.in

کے بارے میں بات کریں۔ اور کبھی جب امیر شام نے لکھا کہ ہم اور آپ برابر والے ہیں تو آپ نے تحریر فرمایا۔ لیس الطلیق کالصریح اور جو طلیق ہو، وہ بڑے کھرے کے برابر کیونکر ہو سکتا ہے۔ دوسرا جزء جو اسی طرح تقریباً سب ہی نے لکھا ہے، وہ آپ کا اُن سے مخاطب ہو کر یہ سوال ہے کہ تمھارا میرے متعلق کیا گمان ہے، ــــ اور پھر اُن کا جواب کہ ہمیں سوا اچھائی کے کوئی گمان نہیں۔

فطری طور پر آپ نے جب یہ فرمایا کہ تمھارا میرے متعلق کیا گمان ہے۔ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا تو آپ کے ذہن میں اُن کے وہ تمام مظالم تھے جو اُنھوں نے آپ پر کیے تھے لیکن یہ تصور بالکل نہیں کرنا ہے کہ آپ نے یہ سوال بڑے نرم لہجہ میں اور دھیمے انداز میں کیا ہوگا بلکہ یہ دل دل کے ایک بڑے تلاطم میں ہے جس کا اثر چہرہ پر بھی ہونا چاہیے اور لب و لہجہ پر بھی۔ اس کے جواب میں اُن کا یہ کہنا کہ ہمیں بس اچھا ہی گمان ہے آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں جو انقلاب زمانہ سے ایک جابر و ظالم کی طرف سے مجبوراً چاپلوسی کی نشاندہی کر رہا ہے، فطری طور پر غم و غصّہ میں اضافہ کرنے میں اضافہ کا باعث ہونا چاہیے۔ کہ آج ہم بھائی اور بھتیجے سب ہو گئے اور کل بھائی بھتیجے کچھ نہ تھے، جب ہم کو گھر سے نکالا اور طرح طرح کے مظالم کیے چنانچہ اس فطری ناگواری سے بالکل مطابق ہیں وہ فقرے جو علامہ طبرسی نے لکھے ہیں کہ حضرت نے اپنی تقریر میں اُن کے روبرو اُن کے مظالم انھیں یاد دلائے کہ پیغمبر کے کتنے بڑے پڑوسی تم تھے، تم نے جھٹلایا۔ گھر سے نکلوایا۔ بُری طرح شکست دینے کی کوشش کی۔ پھر اس پر بھی اکتفا وغیرہ

www.kitabmart.in

کی، یہاں تک کہ تم میں میرے شہر میں جا کر مجھ پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے لئے چڑھائی کر کے گئے " کیا کوئی شبہ ہے کہ یہ فقرے ایسے جوش و خروش، گرج اور کڑک کے ساتھ کئے جا رہے ہونگے جن سے مسلسل اُن کے احساس پر تازیانے کیسے، دل و دماغ پر بجلیاں گر رہی ہونگی، ان فقرات کے ساتھ نرم و ملائم لہجہ کا تصور نہیں ہو سکتا، یہ فقرات تفصیل کے ساتھ تو علامہ طبرسی کے یہاں ہیں مگر ایک جملہ جو اس سب پر حاوی ہے، یعقوبی کے یہاں بھی موجود ہے کہ " کتنے میرے بڑے پڑوسی تھے تم " ــــ یہی جملہ اُس سرزنش کا جو اعلام الوریٰ میں مکمل درج ہے، نقطۂ آغاز ہے۔

اس سب کے ساتھ کتنا بے جوڑ ہے یہ جزو کہ حضرتؑ نے فرمایا " میں تم سے وہ کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا اپنے بھائیوں سے کہ تم پر اب کوئی الزام نہیں ہے۔ اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ تمام رحم و کرم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحیم ہے " ــــ یہ جملے وہ ہیں جن میں نرمی شفقت اور ملائمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جو اُس پوری روح کے خلاف ہے جو سابق کے متفق علیہ جملوں میں تھی اور اگر یہ جملے حضرت نے فرمائے ہوں، تو پھر وہ تمام سرزنش اور اُن کے گذشتہ مظالم کو یاد دلانا اور پھر اذھبوا انتم الطلقاء کا سخت اور توہین آمیز ان پر سب واقعات کو ترد کرنا پڑے گا۔ اس لئے میں محسوس کرتا ہوں اور یقین کے درجہ تک ایسا سمجھتا ہوں کہ راویوں میں کچھ راوی وہ تھے جنھیں ان نومسلموں کے ساتھ ہمدردی تھی اور وہ انھیں کسی نہ کسی طرح مغفرت کا پروانہ دلوانا چاہتے تھے اور یہ کوشش اسلاف کے بارے میں اس جملے سے شروع ہوئی کہ

www.kitabmart.in

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین
اور ختم ہوئی ان کے اخلاف یزید ایسے شخص کے لئے فتح قسطنطنیہ اور جیسی
مہم پر جانے والوں کے لئے مغفور لھم والی روایت ہے۔ اس راوی
نے اس سوال و جواب کے بعد کہ تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے اور یہ
کہ ہم تو صرف اچھا گمان رکھتے ہیں، اس واقعہ کا تتمہ یہ چھپانا ضروری سمجھا
کہ ان کے اس جواب کے بعد رسول کے رحم و کرم میں جوش پیدا ہو گیا اور آپ
نے یہ فرمایا کہ میں تم سے وہ کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔
انشاء اللہ خیر سلا۔ اب کسی کو کیا حق ہے کہ اُن لوگوں کی مغفرت میں کوئی شک
کرے۔ جبکہ اس جماعت کے علماء نے برادران یوسف کی اُن کے تمام مظالم کے
باوجود جو انھوں نے یوسف پر کئے، انبیاء کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ تو اب
مکہ کے ان ظالموں کے لئے رسول کے ارشاد کے بعد تو یہی نہیں، تو اُن سے
لگ بھگ ہی درجہ ماننا چاہئے گا جو برادران یوسف کا تھا۔

دوسرے راوی بعض اس جماعت کے ساتھ ایسا کوئی رشتہ نہ تھا کہ
اُن کے جرائم کو ہلکا کریں، انھوں نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جس سے رسول
کے ذہن مبارک سے اس جماعت پر غیظ و غضب کی بجلیاں گرتے محسوس
ہوتی ہیں۔ بعد کے مورخین وہ چاہے ہمارے علامہ طبری ہوں یا اُن کا پیشرو
کوئی صاحب قلم ہوئے اُن کے سامنے اب اُن راویوں کا بیان بھی تھا اور
ان راویوں کے بھی یہ متفقہ بیانات تھے۔ انھوں نے ان دونوں کے تضاد
پر متوجہ نہ ہوتے ہوئے سب اجزاء کو سمو کر پیش کر دیا لیکن اب جب ہر کا
اس پہلو کی طرف توجہ ہو گئی ہے اور نہیں "اسپرٹ" کے لحاظ سے اجزاء

www.kitabmart.in

میں بالکل تیاں نظر آتا ہے۔ اور ہم نے بتایا کہ انتم الطلقاء والے الفاظ بالکل متفق علیہ ہیں۔ اور برادران یوسف والے تذکرہ کے لکھنے والے کم افراد ہیں اور جن کو اس برادران یوسف والی تمثیل سے دلچسپی تھی وہ بھی انتم الطلقاء والے فقرہ کو نظر انداز نہیں کر سکے ہیں۔ چنانچہ کے بعد والی گروہ کے سب سے بڑے پیشرو علامہ ابن القیم جوزیہ نے جو الفاظ لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

یا معشر قریش ما ترون انی	اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں
فاعل بکم قالوا خیرا اخ	تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انھوں نے کہا اچھا
کریم وابن اخ کریم قال	گمان ہے۔ آپ فیاض بھائی اور فیاض
فانی اقول لکم کما قال	بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا اچھا تو میں تم سے وہ کہتا
یوسف لاخوته لا تثریب	ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ
علیکم الیوم اذهبوا فانتم	تم پر آج کوئی الزام نہیں۔ جاؤ سب کو
الطلقاء	چھوڑے دیتا ہوں۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد

مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ)

نجدی وہابیوں کے مورث اعلیٰ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے بالکل انہی الفاظ کو نقل کیا ہے اور اس محل پر لفظ بلفظ یہی عبارت لکھ دی ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول مطبوعہ مصر)

اب جبکہ ہمارا دماغی ذوق برادران یوسف کے ذکر کے ساتھ انتم الطلقاء کو بالکل جسپاں محسوس نہیں کرتا اور یہ الفاظ متفق علیہ ہیں تو ہم مجبور ہیں کہ انھیں

www.kitabmart.in

صحیح و ثابت تسلیم کریں اور برادران یوسف والے فقرات کو الحاقی قرار دیں اور علامہ ابن خلدون کے محاکمۂ تاریخ کے مطابق اس کو ضعیف ہی نہیں بلکہ غلط اور موضوع قرار دیں۔

اسی لئے خود ابن خلدون نے جن کے اموی رجحانات طشت از بام ہیں یہاں اپنے درایتی ذوق سے مجبور ہو کر درمیان سے اس "برادرانِ یوسف" والے ذکر کو حذف کر دیا ہے اور سوال و جواب کے بعد بلا فاصلہ وہی مسلم الثبوت اور متفق علیہ جملہ لکھ دیا ہے اس طرح کہ:-

یا معشر قریش و یا اهل مكة ما ترون انی فاعل فیکم قالوا خیرا اخ کریم ثم قال اذهبوا فانتم الطلقاء اور اس آخری جملہ کے مضمون کو انتہائی نمایاں بنا دیا ہے اپنے ایک فقرہ سے کہ وعتقهم على الاسلام

(تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ...)

ہر ایک ذرا سا بھی عربی دان اور فقہ سے و قرآن سے واقف آدمی "عتق" کے معنی جانتا ہے ___ عتق کے معنی ہیں غلام یا کنیز کو آزاد کرنا۔ لہذا اس فقرہ کے معنی یہ ہوئے کہ وہ لوگ آئینی طور پر سب زن و مرد کنیز و غلام کی حیثیت اختیار کر چکے تھے جنھیں پیغمبرؐ نے اُن کے اقرار اسلام کی قیمت پر آزاد کر دیا۔

عصر جدید میں ماضی قریب کے مصری مؤرخ شیخ محمد خضری بک نے بھی جن سے واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں بہت بنی امیہ نوازی ظاہر ہوئی ہے بالکل اسی کا تتبع کیا ہے اور سوا آخری جملہ کے جو واقعہ کا جزو نہیں بلکہ ابن خلدون کے اس پر ایک طرح تبصرہ کی حیثیت رکھتا ہے باقی بعینہ وہی لفظیں لکھ دی ہیں یعنی سوال و جواب کے بعد اذهبوا فانتم الطلقاء

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ج ۱ ص ۱۰۶)

www.kitabmart.in

تطہیر کعبہ یا بُت شکنی

فتح مکہ کا انتہائی اہم واقعہ بت شکنی ہے جیسا کہ آیا ہے۔ علامہ شبلی کی لفظوں میں اسلام کے بر ترین مورخ مسعودی نے اس سال کا سب سے اہم واقعہ فتح مکہ کو نہیں بلکہ بت شکنی ہی کو قرار دیا ہے۔ (مروج الذہب ج ۱ ص...)

مگر معلوم نہیں کیوں مسٹر اے، ایم، حمید نے یوں لکھا ہے کہ "پہلا کام جو سرکار نے کیا وہ کعبہ سے بتوں کا اخراج تھا"۔ لے

اس میں معلوم نہیں کیوں "بتوں" کے ساتھ یہ رعائت برتی گئی اُن کے لئے "شکست" کے بجائے "اخراج" کی لفظ استعمال کی گئی ہے۔ حالانکہ جن جن مورخین نے "بتوں" کا کام لیا ہے اُن سب نے ... کے توڑے جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کی نوعیت کچھ "ماوراء الفطرت" قرار دیدی ہے جس کا ذکر اب کسی وجہ سے بھی ...

حقیقت یہ ہے کہ محدثین اور سیرت نبوی کے مصنف نے تاریخ کی ... سی کڑیاں جو راویان حدیث کے ذریعہ سے اُن تک پہونچیں محفوظ کی ہیں اُن میں تاریخی ذوق کی کمی وجہ سے ماہ وسال کی مطابقت اور واقعات ... تاریخی پس منظر سے موافقت کی کمی ہے اور مورخین نے کچھ باتیں حالات کے سیاسی تقاضوں پر نظر سے دبائی ہیں ـــــ اس لئے صحیح تاریخ واقعات ... امکانی حد تک مرتب کرنے کے لئے ان دونوں کو سمونے کی ضرورت ... چنانچہ اس محل پر محقق ہند شاہ عبدالحق دہلوی نے جو ... ذکر ...

لے تاریخ مسلمانان عالم ص...

www.kitabmart.in

اور مورخ دونوں حیثیت رکھتے تھے یہی کام کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں :-

تی چند بزرگ در موضعی بلند نہادہ
بودند کہ دست با آنہا نمی رسید و
در بعضی روایات آمدہ کہ بت بزرگ
ایشاں بود کہ ہبل نام داشت۔
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بعرض رسانید
کہ یا رسول اللہ پای مبارک بر
کتف من نہ وایں اصنام را فرود
آر۔ آں سرور فرمود یا علی ترا
طاقت برداشت بار نبوت نیست
تو پای بر کتف من نہ و ایں کار
بکن۔ علی امتثالا للامر پای
بر کتف رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نہاد و آنہا را فرو گذاشت
دریں حالت حضرت از وی پرسید
کہ خود را چگونہ می یابی گفت یا
رسول اللہ چناں می بینم کہ حجب
مکشوف شدہ و گویا سر من بساق

کچھ بڑے بت ایک اونچے مقام پر رکھے تھے کہ
ہاتھ اُن تک نہیں پہونچتا تھا اور بعض
روایتوں میں ہے کہ اُن میں کا سب سے بڑا
بت وہ تھا جس کا نام ہُبل تھا۔
حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ
اپنا پیر میرے کندھے پر رکھئے اور ان
بتوں کو نیچے گرا دیجئے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا یا علیؑ! تم میں نبوت
بار اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ تم پیر میرے
کندھے پر رکھو اور اس کام کو انجام
دو۔ علی نے تعمیل ارشاد کی بنا پر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے
پر پاؤں رکھا اور انھیں نیچے گرا دیا۔
اس موقع پر آنحضرتؐ نے اُن سے پوچھا کہ
اپنے کو کیسا پاتے ہو؟ کہا یا رسول اللہ
ایسا دیکھ رہا ہوں کہ پردے اٹھ گئے ہیں اور
گویا میرا سر عرش کے پائے تک پہونچا ہوا ہے

www.kitabmart.in

عرش رسیده است و هرچه دست دراز
می کنم بدست من می آید حضرت
فرمود ای علی خوشا وقت تو که کار حق
می کنی و خوشا حال من که بار حق می
کشم آورده اند که چون علی تبان را
بر زمین انداخت و قطعه قطعه ساخت
خود را از دوش آنحضرت بر زمین
زد و در روایتی آمده که خود را
از نزدیکی کعبه بینداخت از جهت
ادب و شفقت بر آنحضرت و چون
بر زمین افتاد تبسمی فرمود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از
وے پرسید که چه چیز ترا بخنده آورد
گفت آنکه خود را از چنین جائے
بلند انداختم و هیچ المی نرسید
آنحضرت فرمود گلو الم بتو رسد و حال
آنکه بردارنده تو محمد باشد و فرود
آورنده جبرئیل۔

اور جس شے کی طرف ہاتھ بڑھاؤں
میرے دسترس میں ہے۔ حضرتؐ نے
اے علی خوشا بحال تمہارے کہ تم حق کا
کر رہے ہو اور خوشا بحال میرے کہ
کا بار اٹھائے ہوں۔ بیان کیا گیا ہے
حضرت علی نے بتوں کو زمین پر پھینکا
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو اپنے کو حضرتؐ کے کاندھے
دم زمین پر گرا دیا اور ایک روایت میں
اپنے کو کعبہ کے پاس باہر گرا دیا
خیال سے اور آنحضرتؐ کی زحمت
سے اور زمین پر گرے تو مسکرا دیے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے
کہ کیا چیز تمہاری ہنسی کا سبب ہوئی
انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے کو اتنی اونچی
سے نیچے گرایا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں
حضرت نے فرمایا تمھیں کیونکر تکلیف
ہے در آں حالیکہ اٹھانے والا محمدؐ
اور اتارنے والے جبرئیل

اس میں جو اجزا حضرت علیؑ سے متعلق ہیں ان میں سے کچھ ہم قدیم محدثین
امام احمد بن حنبل کے مشہور آفاق مسند میں مسند علیؑ کے ذیل میں دو مقام پر

www.kitabmart.in

پاتے ہیں اور حافظ ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی جو مصنفین صحاح ستہ میں سے ایک ہیں اُسے اپنی کتاب خصائص علویہ میں درج کرتے ہیں جن کے متفقہ الفاظ حضرت علیؑ کی زبانی یہ ہیں :-

قال لی اجلس وصعد علی منکبی فذهب لانهض به فرأی منی ضعفا فنزل وجلس لی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اصعد علی منکبی قال فصعدت علی منکبیه قال فنهض بی قال فانه یخیل الی لو شئت نلت من السماء حتی صعدت علی البیت وعلیه تمثال صفر او نحاس فجعلت ازاوله عن یمینه وعن شماله وبین یدیه ومن خلفه حتی اذا استمکنت منه قال لی رسول اللہ اقذف به فقذفت به فتکسر کما تتکسر القواریر

حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھو اور میرے کاندھے پر بلند ہوئے تو میں چلا کہ آپکو لیکر اٹھوں تو آپ نے مجھ میں کمزوری محسوس کی تو اتر پڑے اور پیغمبر خداؐ خود میرے لئے بیٹھے اور فرمایا تم میرے کاندھے پر چڑھو آپ کا بیان ہے کہ حضرتؐ مجھے لیکر کھڑے ہو گئے آپکا بیان ہے کہ مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو لوں یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ کے اوپر بلند ہو گیا اور اُس پر ایک زرد پیتل کی مورت تھی تو میں اس کو حرکت دینے لگا اُسکے داہنے اور اُسکے بائیں سے اور اُسکے سامنے سے اور اُسکے پیچھے سے یہاں تک کہ جب میں نے اُسے ہلا کر ڈھیلا کر دیا تو حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اب اسکو گرا دو تم نے اُسکو دے پھینکا تو وہ اس طرح ٹوٹی جیسے شیشے ٹوٹتے ہیں۔

مسند احمد مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ ج ۲ ص ۸۴

و خصائص نسائی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۱

www.kitabmart.in

مگر جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا اس واقعہ کا ارتباط فتح مکہ کے موقع سے گم ہو گیا ہے حالانکہ درایتی حیثیت سے سوا فتح مکہ کے کوئی اور موقع اس بت شکنی کا ہو ہی نہیں سکتا۔

مورخین جس طبقہ کا نام ہے۔ انھوں نے بت شکنی کے واقعہ کو ایک معجزہ کی صورت میں پیش کر دیا ہے کہ خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے جو سیسے یا سوانگے سے دیوار کعبہ میں جڑے ہوئے تھے۔ جناب رسالتمآب جس بت کے قریب سے گزرتے تھے، ایک چھڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی، اس کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور یہ آیت پڑھ دیتے تھے کہ:

جاء الحق وزهق الباطل	حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بلاشبہ باطل
ان الباطل کان زهوقا	مٹنے والی چیز ہی تھا۔

پس اس کے ساتھ وہ بت منھ کے بل زمین پر آ رہتا تھا بغیر اس کے کہ کوئی شے اس سے چھو بھی جائے[۱]۔

لیکن اگر حکمت ربانی اس کی متقاضی ہوتی کہ رسول اس بارے میں صرف اعجاز سے کام لیں تو آنے اور خانۂ کعبہ میں داخل ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ آپ اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے مدینہ ہی سے اگر یہ آیت پڑھ کر یا بغیر آیت پڑھے بھی اس قصد سے اشارہ فرما دیتے تو تمام کے تمام سرنگوں ہو کر ریزہ ریزہ ہو سکتے تھے۔

۱؎ تاریخ ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۔ تاریخ الوردی ج ۱ صفحہ ۱۳۰
.... ذخائر العقبیٰ ... اخبار الخزاعی ... دالیسر صفحہ ۲۳۲

www.kitabmart.in

بہرحال یہ مورخین ہیں جن پر اموی و عباسی سیاستوں کے اثر
نا ئمہ محدثین سے بھی زیادہ تھا لیکن حضرت علیؑ کی بت شکنی ایسا زبان زد
خاص و عام واقعہ تھا کہ آزاد زبانوں اور ذہنوں پر جاری و ساری رہا
چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنے قصیدہ میں جس کا نسبتہ اقتباس
پہلے درج ہو چکا ہے اس واقعہ کا خود حضرت امیرؑ کو مخاطب کر کے بڑے
لیف اور طریقہ پر ذکر کیا ہے جسے مثل سابق تاج العلماء اعلی اللہ مقامہ
کے ترجمہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے وکسرت اصناماطعنت بہا تہا
بسما لو شیج اللدن حتی تکسرا آپ کی برچھی بتوں میں نہیں گڑی بلکہ
گویا ان کے حامیوں کے پرخچے اڑا دیے۔ ذوالفقار نے آپ کی مٹرگوں کو
نہ چھوڑا اور گندم گون نیزہ نے آپ کے بتوں کو ڈنڈار
رقیت بامسمی عارب احدقت بہ ملائک یتلون الکتاب المسطرا
بلند ہوئے آپ اس عالیشان شانے پر کہ جس کے گرد حلقہ زدہ تھے ملائکہ
مقربین اور تلاوت کر رہے تھے قرآن مجید کو
لغارب خیر المرسلین واشرف الانام وازکی ناعل وطئ الثری
دوش مبارک پر اس نبی کے کہ سب نبیوں سے افضل تھے اور تمام
دنیا میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔
ہنبہ جبریل رقدس ہیبۃ وہلل اسرافیل رعبا وکبرا
یہ حال دیکھ کے حضرت جبریل و اسرافیل پھولوں نہ سماتے تھے اور مارے خوشی
کے بے ساختہ اور بے تحاشہ تکبیریں کہتے تھے اور ہر بین مو مے شکر خدا ادا کرتے تھے۔
فیا رتبۃ لو شئت تلمس التہا بہا النجم کین عارہتہ متعذرا
اللہ اللہ کیا رتبہ پایا آپ نے اور کس بلند مقام پر پہونچے کہ اگر وہاں سے

www.kitabmart.in

سہارا (سالے) کو چھونا ہر ہتے تھے تو بے تکلف چھو لیتے۔

وبقا قد صیہ ای قدس وطھتا   وای مقام فمتما فیہ النوم

"اے مبارک پاؤں، واہ کیا کہنا کس نورانی مقام پر تم ٹھہرے کہ جہاں جبریل کے بھی پر جلتے تھے۔

وحیث الوصیف الشعشانی فائض   من المصدر الاعلی تبارک مصدرا

اور اس مقام پر کہ جہاں معیار فیاض سے برابر فیضان نور کے باعث ایک تتق نور کا بندھا ہوا تھا۔

فلیس سواع بعد عما بمعظم   ولا اللات مسجود الفار معفرا

آپ کی بت شکنی کے بعد پھر کسی لات و منات کی پرستش نہ ہوئی اور سواع وعزیٰ کی عزت نہ رہی۔

(ارشاد عیں جودھوریٹ کو چاند سعد تو بوعظ جو بوریہ)

مسلمان شہدار:

یہ فتح مکہ کی مہم بغیر کسی جنگ کے ... یکمیں نہ پہونچی مگر حق کی راہ میں تین بے گناہوں کا خون زمین پر اس ذیل میں بھی بہا۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ یہ تین مسلمان اتفاق سے پیچھے رہ گئے تھے اور راستہ بھول کر کافروں کے حلقہ میں پہونچ گئے اور قتل کر ڈالے گئے۔[۱]

اس کے علاوہ خالد بن الولید جس راہ سے داخل مکہ ہوئے، وہاں چند شہیدوں نے کچھ مزاحمت کی اور جنگ ہوئی تو مشرکین میں سے ۲۸ آدمی قتل ہوئے اور مسلمان صرف دو شہید ہوئے۔[۲]

---

[۱] اعلام الوریٰ ص ۱۱۹   [۲] تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص ۱۳۱

www.kitabmart.in

تبلیغی مہمیں

مکہ میں سکون کے بعد حضرتؐ نے اطراف مکہ میں کچھ دستے روانہ کیے جنھیں جنگ کرنے کی اجازت نہیں بلکہ انھیں صرف توحید الٰہی کی طرف دعوت بر پا ہونا تھا۔ الفاظ تاریخ کی صراحت یہ ہے کہ:۔

یدعون الی اللہ عز وجل — وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں اور

ولم یأمرھم بقتال[1] — حضرتؐ نے بغیر جنگ کی اجازت نہیں دی تھی۔

جتنے سردار بھیجے گئے تھے، سب نے اس اصول پر عمل کیا مگر خالد بن ولید جس قبیلہ کی طرف بھیجے گئے تھے وہ ان کے قبیلہ بنی مخزوم سے جنگ کر چکا تھا اور ان کے چچا کو قتل کر چکا تھا۔ حالانکہ اسلامی اصول یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کی باتوں کا قصاص اسلام کے بعد لینا درست نہیں ہے مگر خالد نے اس اصول کو توڑ دیا اور ان کے مردوں کو قتل کیا اور جنھیں اسیر کیا انھیں بھی قتل کرا دیا۔ ان میں کا ایک آدمی موقع پاکر نکلا اور اس نے پیغمبر خداؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت سن کر گریہ فرمانے لگے اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:۔

اللھم انی ابرأ الیک مما فعلہ خالد — پروردگارا میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں خالد کے فعل سے بیزار ہوں۔

پھر آپ نے حضرت علیؑ کو بلا کر کافی مقدار میں سونا دیا اور فرمایا جا کر انھیں خون بہا دے کر راضی کر دو[2]

کاش مسلمان اسلام لانے کے بعد خالد کے حالات پر جو زمانۂ پیغمبر میں

---

[1] اعلام الوریٰ ص ۱۱۹ [2] اعلام الوریٰ ص ۱۱۹

www.kitabmart.in

تھا، نظر رکھتے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انھیں افواج اسلام کی سپہ سالاری کا ذمہ دار عہدہ تفویض نہ کرتے تاکہ مقاصد اسلامی کو ایسا اہم نقصان نہ پہونچتا کہ اسلام دوسروں کی نگاہ میں خارجیت کا مرادف قرار پا جائے۔

قیام مکّہ فتح مکہ کے بعد حضرتؐ بروایتے دس دن اور بروایتے پندرہ دن اور بروایتے سترہ ۱۷ دن یا اٹھارہ ۱۸ دن مقیم رہے مگر اتفاق ان روایتیں سب متفق ہیں کہ اس تمام مدت میں حضرت نماز قصر کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ اس لئے کہ یہ مدت تذبذب میں گذری تھی۔ آپ نے نیت اقامت عشرہ کی نہیں فرمائی لہٰذا قصر کا حکم جاری رہا جو فقہ امامیہ کے مطابق ہے

طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۹ رسالۃ الی الحسن الکندی الحربی من کتاب عیون الاثر الاستاذ السید خرج ط القاہرہ ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء ص ۱۵۳

www.kitabmart.in

غزوۂ حُنین

اس کے بعد حنین کی جنگ ہوئی۔ یہ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے اور اسی طرح اوطاس جس کا ذکر اس کے بعد آئے گا۔ چونکہ یہ جنگیں ان جگہوں پر ہوئی تھیں لہٰذا ان کا نام جنگ حنین اور جنگ اوطاس ہوا اور چونکہ یہ مقابلہ قبیلہ ہوازن سے تھا اس لئے اس کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں۔

مورخین کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ معظمہ ہی سے حضرت رسول اس رزم کے لئے روانہ ہوئے اس لئے کہ قبیلہ ہوازن نے مکہ کی فتح کا حال سننے کے بعد پوری جنگی تیاری کر کے ... کا منصوبہ بنا لیا جو رسول مکہ ہی سے ان کے لئے روانہ ہوئے۔

اور اب مسلمانوں کی جماعت کافی ہو گئی تھی جن میں سے دس ہزار تو وہ تھے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار مکہ سے آپکے ساتھ ہوئے۔ اس کثرت تعداد کو دیکھ کر بعض صحابہ کی زبان سے نکل گیا اب آج ہماری تعداد ایسی کم نہیں ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں۔

ابن سعد نے ... لکھا ہے۔

فقال ابو بکر لا نغلب الیوم من قلة ... ابو بکر نے کہا کہ اب آج قلت تعداد سے ہم مغلوب نہ ہونگے۔

اور بعض نے اسے اختلافی قرار دیا ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر تھے یا کوئی اور

لہ زاد المعاد ابن قیم ... ثہ اعلام الوریٰ ص۱۲۰ رسالہ الی الجندی العربی من کتاب ابن الاثیر لاسد و یسین ج ۲ ط استقامہ ۱۳۱۷ھ ۱۹۶۷ء ص۵۳۰

www.kitabmart.in

جس نے بھی کہے ہوں بہرحال یہ الفاظ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گراں گزرے جس کی طرف قرآن مجید نے بھی نتیجۂ جنگ کے سامنے آنے کے بعد اشارہ فرمایا۔

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین

(سورہ برائت آیت ۲۵)

اور حنین کے موقع کو یاد کرو، جب تمھاری کثرت نے تمھیں مغرور کر دیا تو اس نے تمھیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی پھر تم نے پیٹھ پھرا کر فرار اختیار کریں۔

اسی کی تفصیل تاریخ میں درج ہے کہ ادھر سے مالک بن عوف نصری اپنے ساتھ والے قیس و ثقیف کے قبیلوں کو لے کر نکلا۔ رسول خدا نے ایک صحابی اور صحابی زادے عبداللہ بن ابی حدرد کو خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ انھوں نے جا کر سنا کہ مالک بن عوف اپنی جماعت سے کہہ رہا ہے کہ اے ہوازن کے بہادرو! تم تمام عرب میں سب سے زیادہ طاقتور اور سازوسامان سے لیس ہو اور تمہارے مدمقابل کا ابھی تک سامنا ایسے لوگوں سے رہا جو سچے معنی میں مردان جنگ نہ تھے۔ اب تمھارا کام ہے کہ جب ان کے سامنے جاؤ تو اپنی تلواروں کے نیام توڑ دو اور ایک دم حملہ کر دو۔ ابن ابی حدرد یہ سن کر آئے اور رسول خدا کو اطلاع دی چونکہ اس میں ذرا فریق مخالف کے جوش و خروش کا اظہار تھا جو اپنی جماعت والوں کے لئے ہراس کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے جو بات کو سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے۔ رسول خدا کو تنہا ن خود بہلانا چاہا کہ یا رسول اللہ! ابن ابی حدرد جو کہہ رہا ہے اس کی سماعت نہ کیجئے۔ اس پر حضرت نے ان کی سرزنش کی اور فرمایا ابن ابی حدرد اپنے قول میں بالکل سچا

www.kitabmart.in

ہے لے

سلمان آگے بڑھتے تو نتیجہ وہ ہوا جس کا ذکر ابھی قرآن مجید کی لفظوں میں آ جائے۔ مجبوراً مورخین کو بھی بالاتفاق اسے لکھنا پڑتا ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے بڑی بے دردی کے ساتھ گولی کرتے ہوئے لکھ دیا ہے :-

فذکی یومئذ المسلمون	تمام مسلمانوں نے آج کے دن پیٹھ دکھائی
الا دبار و ثبت مع النبی	مگر چند آدمی جو رسول کے ساتھ
صلی اللہ علیہ وسلم رجال ؎	برقرار رہے۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے اس کی روئداد یہ سنائی ہے کہ ہم لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ جب حنین کی وادی (پہاڑوں کی درمیانی راہ) میں پہونچے وہاں بہت طولانی نشیب راستہ تھا اور وہ لوگ پہلے سے اس وادی میں ادھر ادھر چھپ گئے تھے۔ بس ایک دم مردان جنگی کے بڑے بڑے رسالے ہاتھوں میں تلواریں، لوہے کے گرز اور نیزے لئے ہوئے ٹوٹ پڑے اور (جیسا کہ اُن کے سردار نے مخبر کے بیان کے مطابق انہیں ہدایت کر دی تھی) وہ ایک ساتھ حملہ آور ہو گئے۔ اس پر تمام آدمی (مسلمان فوج والے) پسپا ہوئے، اس طرح کہ ایک دوسرے کی طرف مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داہنی جانب بڑھے اس عالم میں کہ آپکے مرکب کو صرف ۵ آدمی بنی ہاشم میں سے چند جانباز گھیرے ہوئے تھے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں سے صرف ابوبکر و عمر اس

اعلام الوری ص۲۲ رسالہ الی الجندی نصرانی عن کتاب عیون الاثنی ط القاہرہ ۱۳۸۶ھ ص۵۵

؎ العبر فی خبار من غبر ط کویت ص۱۱

www.kitabmart.in

مورچے میں رکے رہے تھے اور پیغمبر خدا کے عزیز حضرت علی اور عباس اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب وغیرہ[۱]

بعض مورخین نے اس موقع کا منظر یہ لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب خاص رسول خدا کے آگے تلوار کھینچے ہوئے کھڑے تھے۔ عباس بن عبد المطلب آپ کے مرکب کی نیام پکڑے تھے فضل بن عباس داہنی طرف اور مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب بائیں طرف تھے[۲]

فانهزم جمهور المسلمين ولم يلو احد على احد[۳]

جمہور اہل اسلام نے پسپائی اختیار کی اس طرح کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔

آخر میں پھر فتح ہوئی اُس کے ہاتھوں جس کے ہاتھ پر ہر مہم معرکہ کی فتح مقدر تھی۔ ایسے امام ائمہ قیم ہی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے:

وہ لکھتے ہیں:۔

رجل من هوازن على جمل له احمر بيده راية سوداء فى راس رمح طويل امام هوازن وهوازن خلفه اذا ادرك طعن برمحه واذا فاته الناس رفع رمحه لمن وراءه فاتبعوه فبينا هو كذلك اذ هوى عليه علي بن ابي طالب ورجل من

قبیلہ ہوازن کا ایک شخص اپنے سرخ رنگ کے اونٹ پر قبیلہ ہوازن کے آگے تھا۔ اُس کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا تھا ایک بڑے لمبے نیزے کے سرے پر اور ہوازن کی فوج اُس کے پیچھے تھی۔ جب فوج کا کوئی آدمی اُس کے قریب پہنچتا تھا تو وہ اپنے نیزہ کو جھکا دیتا تھا اور جب یہ زد سے آگے بڑھ جاتا تھا تو وہ نیزہ کو پیچھے والوں کے لئے بلند کرتا تھا اسی دوران میں علی بن ابی

ل[۱] زاد المعاد ابن قیم ص ۸   ت[۲] الامام علی للشیخ جواد مغنیہ ص ۲۳
ت[۳] الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۳

www.kitabmart.in

الانصار يريد انه قال فالتقى علي
فضرب عرقوبي الجمل فوقع
على عجزه فضربه الانصاري فاطن
قدمه بنصف ساقه فانجعف
من رحله قال فاجتلد الناس
قال فوالله ما رجعت راجعة الناس
من هزيمتهم حتى وجدوا الاسارى
عند رسول الله صلى الله عليه
وسلم[1]

طالب اور انصار میں سے ایک بہادر دونوں اُسکی طرف
متوجہ ہوئے۔ حضرت علی نے بڑھ کر اُسکے
دونوں پیروں پر تلوار لگائی۔ تو وہ اپنے گھٹنوں کے
بل گر گیا۔ انصاری نے چھلانگ لگا کر خود اُس
شخص پر تلوار لگائی جس نے اُسکے پیر کو قطع کر دیا
آدھی پنڈلی تک تو وہ اپنے پیر پر گر گیا۔ تڑپنے
لگا اور لوگ اُدھر اُسے اٹھا لے گئے۔ فرار
شدہ آدمی ابھی واپس نہیں گئے تھے تو بجدا کر
اُنھیں دشمنوں کے قیدی رسول خدا کے سامنے صاف
نظر آئے۔

غور و فکر کا ایک تجزیہ فراہم ہو گیا۔ وہ یہ کہ اس جنگ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے یا ہتھیار ڈالنے والے افراد کثرت سے شریک تھے تو وقت کی سختی نے ان میں سے بہت سوں کے دلوں کے اندر چھپے ہوئے جذبوں کو نمایاں کر دیا جس سے پتہ چل گیا کہ بے بسی کے عالم میں اس اظہار اسلام یا ظاہری اتحاد عمل کی کوئی اصلیت نہیں ہے، اسلئے ان افراد پر مسلمانوں کو کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے

بعض مورخین کا تو بیان ہے کہ اس شکست کے بہت بڑے ذمہ دار یہی لوگ تھے کیونکہ ابو سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ سب سے آگے تھا اور اُس نے مشرکین سے جہاں تڑبھیڑ کے ساتھ فوراً ہی اپنے ساتھ والوں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی جس کے بعد "ڈھٹیر یا دھسانی" مزاج کی وجہ سے پوری جماعت کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ اس شکست سے خوش ہو کر ابو سفیان چیخ اٹھا کہ لاتنتهي هزيمتهم

---

[1] زاد معاد صفحہ ۱۸۶ ج ۱ ۔ تاریخ طبری صفحہ ۱۶۶۲

www.kitabmart.in

ذوق الجی "بس اب سمندر کے ادھر ان کی پسپائی رک نہیں سکتی" ؎۲

کچھ مورخین نے اس جملہ کے ساتھ کہ اب سمندر کے ادھر ان کا فرار رک نہیں سکتا صراحت کی ہے کہ ابتک اس کے ترکش میں ازلام یعنی وہ پانسے جو زمانۂ شرک کی یادگار تھے، موجود تھے۔ ؎۳

صفوان بن امیہ کے سوتیلے بھائی کلدہ نے کہا:

الا بطل السحر الیوم	بس آج کام جادو ختم ہوگیا

اس پر صفوان نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ ارے! یہ کیا کفریہ جملہ کہتا ہے بلکہ قبیلہ وادی عصبیت کے جذبہ کو بیدار کرتے ہوئے کہا:

اسکت فض اللہ فاک فو اللہ لئن یربتنی رجل من قریش احب الی من ان یربتنی رجل من بنی ھوازن ؎۴	ارے خاموش رہ، خدا تیرا منہ توڑے بخدا قریش کا ایک آدمی میرا سرپرست بنے، اس سے بہتر ہے کہ قبیلۂ ہوازن کا کوئی شخص میرا مالک و سرپرست بنے

مطلب یہ تھا کہ اس جنگ میں جو قبیلۂ ہوازن سے ہے، اگر انھیں فتح ہوئی تو قبیلۂ ہوازن ہم پر مسلط ہو جائے گا۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ محمدؐ کا جو ہمارے قبیلہ قریش ہی کے آدمی ہیں، ہم پر تسلط ہو۔

شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحہ جو قبیلۂ بنی عبد الدار میں تھا اور اس قبیلہ کے کئی علمدار حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے جن میں خود اس کا باپ بھی تھا اُس نے ارادہ کیا کہ حضرت رسولؐ خدا کو شہید ان کے باپ کے خون کا بدلہ لے۔ ؎۵

یہ خاص نازک موقع تھا جس میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

؎۱ امام علیؑ ط بیروت۔ ص ۱۳۳ ؎۲ تاریخ طبری ص ۱۶۶ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۶۳

؎۳ طبری ص ۱۶۶ کامل ج ۲ ص ۲۶۳ ؎۴ کامل ج ۲ ص ۲۶۳

www.kitabmart.in

اپنے مرکب پر دونوں رکابوں پر زور دے کر کھڑے ہوگئے اور پہلے خداوند عالم سے فتح و نصرت کی دعا مانگی اور پھر مجمع اصحاب کو ایک روایت کے مطابق حدیبیہ والی بیعت یاد دلا کر اور دوسری روایت کے مطابق انصار مدینہ اور بالخصوص خزرج کو للکار کر انھیں ان کی اس کمزوری پر سختی کے ساتھ متنبہ فرمایا اور جناب عباس کو جن کی آواز بہت بلند تھی فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو پوری طاقت سے صدا دیں۔ اس سب کا اثر تھا کہ بھاگی ہوئی مسلمانوں کی جماعت سمٹ کر حضرت کی آواز پر آنے لگی۔

اس موقع پر دو مصرعے ہیں جو حضرتؐ کی زبان مبارک پر آئے ہیں اور چونکہ کبھی حضرتؐ نے شعر نظم نہیں فرمایا اس لئے وہ دو مصرعے جزو تاریخ بن گئے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

"میں نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں"

اس موقع پر چاہے تاریخ اور حدیث نے نہ بتایا ہو مگر عقلاً الفاظ سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں فوج اسلام کی اس شکست پر حدیبیہ کی طرح حضرت کی حقانیت کے بارے میں شک و شبہ کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ ورنہ اس فرمانے کی ضرورت کیا تھی کہ میں نبی ہوں غلط گو نہیں ہوں۔

لہ طبری حصہ ۱۹۹۲ کامل ج ۲ ص ۲۶۳

www.kitabmart.in

ایک باحمیت خاتون کا غصّہ

میدان حنین میں یہ فرار "مجاہدین اسلام" کا کتنا شرمناک تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اتفاق سے ایک خاتون ام سلیم بنت ملحان اپنے شوہر ابو طلحہ کے ساتھ اس جنگ میں آگئی تھیں اور ہاتھ میں "داشتہ آید بکار" کے طور پر ایک خنجر لئے آئی تھیں۔ وہ اس موقع پر ابو طلحہ کے اونٹ کو سنبھالے ہوئے جنگ کا نقشہ دیکھ رہی تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے گزرے اور فرمایا ام سلیم! تم یہاں کہاں کھڑی ہو!

انھوں نے کہا حضور! آپ ان مشرکوں سے جنگ کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان بد نصیب مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دوں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے ہیں کیونکہ وہ یقیناً قتل کے مستحق ہیں۔

رسولؐ نے اس کی اس بات کو رد نہیں فرمایا کہ وہ واجب القتل ہیں بلکہ فرمایا اویکفی اللہ یا ام سلیم جس کا مطلب ہماری زبان میں یہ ہوا کہ جانے دو! اے ام سلیم! اللہ ان سے سمجھے گا۔[1]

انجام فتح مظفر

آخر میں شکست نے فتح کی صورت اختیار کی جس کے لئے قرآن مجید

---

[1] طبری ج ۳ ص ۳

www.kitabmart.in

کا ارشاد ہے:-

فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و انزل جنوداً لم تروھا۔ — اللہ نے اپنا سکون و اطمینان اتارا اپنے پیغمبر اور سچے مسلمانوں پر اور وہ فوجیں اتاریں جنھیں تم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

اس طرح یہ دوسرا موقع تھا کہ افواج ملائکہ رسولؐ کی نصرت کے لئے بھیجے گئے مگر جنگ بدر میں اور اس جنگ میں یہ فرق بتایا گیا ہے کہ بدر میں ملائکہ نے جنگ بھی کی تھی اور اس موقع پر صرف مسلمانوں کی تقویت قلب کے لئے ملائکہ نازل ہوئے تھے

بہرحال نتیجہ مشرکین کے توقعات کے اتنا خلاف نکلا کہ ان کا شدید جانی نقصان ہوا اور مسلمانوں کا نقصان نہ ہونے کے برابر رہا۔ یعنی ادھر کے ستر سے زیادہ قتل ہوئے اور مسلمانوں میں سے صرف چار آدمی شہید ہوئے۔ یہ معرکہ ۱۰ شوال کو وقوع میں آیا[۱]

کثرت سے لونڈی غلام اور اموال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے[۲]

ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار قیدی اور بارہ ہزار اونٹ اور اس کے علاوہ بے شمار نقد و جنس مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بعض مورخین اموال غنیمت کی مقدار اس سے بھی زیادہ بتاتے ہیں، اس طرح کہ ۲۴ ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور تقریباً ایک من چاندی[۳]

۱؎ رحمۃ الاسلاف صفحہ ۱۴۲ — ۲؎ اعلام الوری صفحہ ۱۳۳

۳؎ ابن الوردی ج ۱ صفحہ ۳۳

www.kitabmart.in

جنگ اوطاس وطائف

حنین کے شکست خوردہ مشرکین دو گروہوں میں بٹ گئے صحرائی عرب اور اُن کے ساتھ بہت سے اور لوگ اوطاس گئے اور قبیلۂ ثقیف اور ان کا ساتھ دینے والوں نے طائف میں جاکر پڑاؤ ڈالا اور دونوں گروہوں کے اپنی اپنی جگہ مورچہ بندی شروع کردی۔ حضرت نے ابوعامر اشعری کو تھوڑی فوج کے ساتھ اوطاس کی طرف بھیجا اور انھوں نے جاکر جنگ کی یہاں تک کہ وہ شہید ہوگئے تو اُن کے چچازاد بھائی ابوموسیٰ اشعری نے علم لشکر سنبھالا اور فتح حاصل کی۔

شوال کے مہینہ میں طائف کی طرف خود حضرت متوجہ ہوئے اور وہاں دس دن سے زیادہ محاصرہ رکھا۔[۱]

آخر کو جنگ ہوئی جس میں اُن کے سردار کو حضرت علی بن ابی طالبؑ نے قتل کیا اور باقی افراد نے شکست کھائی۔[۲]

---

[۱] تاریخ ابی الفداء ج ۱ ص ۱۵۱

[۲] تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص ۱۳۲

www.kitabmart.in

مالِ غنیمت کی تقسیم پر کچھ انصار کی برہمی
اور
پیغمبرِ خدا کا معجز آفرین خطبہ

اوطاس اور طائف کی مہموں کے بند ہونے کے بعد جب اطمینان حاصل ہوا تو حضرتؐ نے اُن کثیر اموالِ غنیمت کو جو حنین سے اب تک حاصل ہوئے تھے جتنے اس کے پہلے غزواتِ اسلامی میں کبھی نہیں ملے تھے ان نو مسلموں پر جنھوں نے فتح مکہ میں اظہارِ ایمان کیا تھا تقسیم فرما دیا یہاں تک کہ کافی تعداد میں ایسے لوگ تھے جنھیں سو سو اونٹ ملے۔ اس پر انصار کے ایک طبقہ میں چہ میگوئیاں ہوئیں اور بعض نے کہا کہ اپنی قوم کے لوگ مل گئے تو اب ہمارا کوئی خیال نہیں، حالانکہ مصیبت کے وقت ہمیں کام آنے والے ہیں۔

حضرت کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ انصار سب جمع ہو جائیں اور اس مجمع میں انصار کے باہر کا کوئی آدمی نہ آئے۔ پھر آپ غضبناک صورت سے تشریف لائے اور حضرت علیؑ آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ آپ نے اُنکے بیچوں بیچ میں جا کر تقریر فرمائی اور اُن کے پہلے کی حالت اور پھر آپ کی تشریف آوری سے اُن میں جو انقلاب پیدا ہوا، اُسے یاد دلایا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے کہ میرے آنے سے پہلے تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تمھارے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر دی؟ انھوں نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا کیا ایسا نہیں کہ میرے آنے سے پہلے تم اقلیت میں تھے، میرے آنے کے بعد

www.kitabmart.in

تم اکثریت میں ہو گئے؟ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا اور ہر بات کو وہ مانتے رہے
——— اب آپ نے انداز کلام بدلا۔ فرمایا میری بات کا تم جواب کیوں نہیں دیتے
انھوں نے کہا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں؟ آپ کے احسانات تو ہم پر
بے شمار ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اگر تم چاہو تو میرے جواب میں یہ کہہ سکتے ہو
کہ آپ ہمارے پاس اس عالم میں آئے کہ آپ کی قوم والوں نے آپ کو نکال
دیا تھا اور وہ سب آپ کو جھٹلا رہے تھے، ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی
تصدیق کی۔ آپ ہمارے پاس خوف و دہشت کے عالم میں آئے۔ ہماری بدولت
آپ کو امن کا گوشہ ملا۔ ابھی آپ اتنا کہنے پائے تھے کہ ان میں چاروں طرف سے
گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہو گئیں اور بوڑھے بوڑھے اور معزز افراد دوڑ کر آپ
کے ہاتھوں، پیروں اور گھٹنوں کے بوسے لینے لگے اور کہا خدا اور رسول کا
فیصلہ ہے ہم کہیں ناراض ہو سکتے ہیں؟ خود ہمارے اموال بھی آپکے اختیار
میں ہیں۔ انھیں بھی آپ چاہیں تو ان قوم والوں پر تقسیم فرما دیجئے۔ حضرت
نے فرمایا کہ میں نے انھیں یہ مال دیا ہے ان کی تالیف قلب منظور تھی، اور
تمھیں میں نے تمھارے خلوص و ایمان کے حوالے کیا۔ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ
دوسرے لوگ بھیڑ، بکریاں، اونٹ لے کر جائیں اور تم خود رسولؐ کو لیے ہوئے
اپنے گھروں میں ہو۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ان میں بالیدگی پیدا ہوئی۔ اب حضرت
نے مزید سرمایۂ فخر ان کے لئے فراہم کیا۔ فرمایا "انصار میرے خاص بھروسے
والے ہیں۔ اگر دنیا ایک طرف جائے اور انصار دوسری طرف تو میں انصار
کی طرف جاؤں گا۔ خداوندا انصار کو بخش دے۔ انصار کی اولاد اور اولاد کی اولاد
کو بخشش سے مالا مال فرما"[1]

---

[1] اعلام الوریٰ ص ۱۲۳-۱۲۶

www.kitabmart.in

تاریخ کی صراحت ہے کہ اس پر انصار میں گریہ کا شور ہوا اور عالم یہ ہوا کہ داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور سب چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ پیغمبر خدا کو اپنے حصہ میں لینے پر بالکل راضی وخوشنود ہیں۔[1]

جنھوں نے تفصیل سے یہ واقعہ نہیں لکھا ہے انھوں نے بھی مجملاً پورا واقعہ اور خاص طور پر وہ جملے آخر کے جن سے انصار بہت متاثر ہوئے، نقل کئے ہیں۔[2]

علامہ ابن کثیر نے اس واقعہ کو اُس کی مختصر اور بسیط تمام صورتوں کے ساتھ متعدد طریقہ سے اپنی کتاب کے چار صفحوں میں درج کیا ہے۔[3]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۲

[2] ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۵

[3] البدایة والنہایة ج ۴ ص ۳۵۹-۳۵۵

www.kitabmart.in

غزوۂ تبوک

سرزمین شام پر جو سلطنت روم میں داخل تھی، رسولؐ کے قاصد کے قتل کئے جانے اور پھر موتہ کی جنگ کے بعد سے سلطنت روم کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے تصادم کا آغاز ہو گیا تھا۔

اب پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قیصر روم نے فوجیں جمع کی ہیں اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے۔ چونکہ بظاہر سلطنت روم سے مقابلہ تھا جس کا تجربہ جنگ موتہ میں ہو چکا تھا اس لئے فراہمی لشکر میں غیر معمولی اہتمام کیا گیا۔ تمام قبائل عرب کے پاس جو دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، جہاد پر ترغیب و تحریص کے لئے خطوط روانہ ہوئے اور عتاب بن اسید کو جنھیں مکہ میں بطور گورنر مقرر کیا گیا تھا، خط بھیج کر اہل مکہ کو رومیوں سے جنگ پر آمادہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر تمام مسلمانوں کو جمع کر کے حضرتؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اُن سے مالی امداد کے لئے اپیل کی گئی چنانچہ جو صاحب حیثیت افراد تھے، انھوں نے دل کھول کر امداد کی اور ایسے غریب مسلمانوں کے لئے جن کے پاس اتنا پیسہ نہ تھا کہ وہ ضروریات سفر فراہم کریں، سامان فراہم کیا گیا۔۔۔ اس مالی امداد میں مومنین کے ساتھ منافقین اور مولفۃ القلوب نے بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

خالق کو تو معلوم تھا ہی کہ اس مہم میں جنگ ہونا نہیں ہے، اس لئے میدانوں کا سر کرنا جس کا کام تھا، اُسے اس مہم میں ساتھ نہیں لیجایا گیا اور مدینہ میں چھوڑ دیا۔ بس فقط چھوڑا ہی نہیں بلکہ یہ تاریخی جملہ بھی

www.kitabmart.in

ارشاد فرمایا کہ :۔

لابدّ للمدینۃ منّی او منک — مدینہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ یا میں رہوں یا تم رہو۔

منافقین اور بدخواہوں کو تو جھوٹی گو ئیوں کے لئے کچھ بہانہ چاہیئے۔ اُنھوں نے کہنا شروع کیا کہ رسولؐ علیؑ سے ناراض ہیں۔ اس لئے اب کی اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ یہ چرچا اتنا بڑھا کہ حضرت علیؑ کو حقیقت حال کا انکشاف رسولؐ کی زبان سے کرانے کے لئے مدینہ سے نکل کر رسولؐ کی خدمت میں جانا پڑا اور جو نرم زبان پہونچ رہے تھے، اُن کے سبب سے اپنی اذیت کا اظہار کیا جس پر حضرت نے دوسرا تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو یکساں طور پر حدیث اور تاریخ دونوں کا جزو ہے :۔

اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھٰرون من موسٰی الّا انہ لا نبی بعدی — کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسٰی سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(التنبیہ والاشراف المسعودی ص۲۳۵)

جاتے وقت والا جملہ :۔

انہ لا بدّ للمدینۃ منّی او منک

اور اب دوسرا جملہ، ان دونوں نے ہمیشہ کے لئے آپ کے جانشین رسولؐ ہونے کی حقیقت کو نمایاں سے نمایاں کر دیا۔

حضرت حدود شام میں تبوک کے مقام پر شعبان کے آخر تک ٹھہرے اور پھر ماہ رمضان کے کچھ دن وہیں گزارے۔ اس دوران میں یہ بھی ہنیں کہ آپ نے ہرقل قیصر روم کو جو لقبوئے حمص اور بقوئے دمشق میں اس

www.kitabmart.in

وقت موجود تھا، اپنی نقل و حرکت سے بے خبر رکھا ہو بلکہ اس دوران میں آپ کی اُس سے کچھ خط و کتابت رہی۔[1]

یہ سلطنت روم سے بے خوفی کا عملی مظاہرہ مسلمانوں میں اخلاقی مضبوطی اور اطراف و جوانب کے لوگوں پر اسلامی طاقت کے استحکام کا اثر قائم کرنے کا ذریعہ ہوا جس سے چاروں طرف اسلام اور مسلمانوں سے مرعوبیت کا اثر پھیل گیا۔ چنانچہ دھڑ اُدھر کے چھوٹے چھوٹے صاحبانِ اقتدار آ آ کر پیغمبر اسلام ؐ کے پاس آکر جزیہ دینے پر تیار ہوئے۔ گویا بجائے سلطنت روم کے باجگزار ہونے کے اسلام کے باجگذار ہوگئے جن میں ایلہ اور جرباء اور اذرح کے نام تاریخ میں موجود ہیں۔[2]

اس حکمتِ عملی کا جو رسول ؐ نے یقیناً بفرمان الٰہی اختیار فرمائی تھی رسول ؐ کے بعد والے فتوحات کی کامیابی میں بڑا دخل تھا اور اس سے خالق کے اُس مقصد کو تقویت پہنچی جو اُس نے پیغمبر ؐ کو خصوصیت خاص رعب و ہیبت کی عطا فرمائی تھی جس نے فتح و ظفر کی زمین کو دراصل آپ کے لئے اور بہتری نتیجہ کے طور پر آپ کے نام پر آگے بڑھنے والوں کے لئے ہموار بنا دیا جس کا اظہار خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ نصرت بالرعب

"اللہ کی طرف سے میری مدد رعب و ہیبت کے ہوتی رہے۔"

---

[1] التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۳۶ [2] التنبیہ والاشراف ایضاً

www.kitabmart.in

رسولؐ کی جان لینے کا منصوبہ

مخالفین اسلام اب پیغمبر خداؐ کے فتوحات سے چوندھیا گئے تھے۔

سلطنت روم کے مقابلہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بذات خاص تشریف لے جانے کے سابق جنگ موتہ کا انجام دیکھتے ہوئے انھیں بڑی اُمید وابستہ تھی کہ اس جنگ سے رسولؐ زندہ سلامت واپس نہیں آسکتے لیکن انھیں بڑی مایوسی ہوئی جب آپ کو سرزمین مقبوضۂ روم میں کافی طولانی قیام کے بعد بھی کوئی گزند نہ پہونچا اور آپ صحیح وسالم اپنے مستقر کی طرف واپس تشریف لے جارہے ہیں تو اب انھوں نے طے کرلیا کہ ہم رسولؐ کو زندہ واپس جانے نہیں دیں گے۔ اس کے لیے اُنھوں نے منصوبہ بنایا کہ تاریکی شب میں جب آپ پہاڑ کی گھاٹی سے گذر رہے ہیں تو ایسی ترکیب کریں کہ آپ گہرے کھڈ میں گرجائیں۔

قدرت کی لاسلکی سے رسولؐ کو اس کا علم ہوگیا۔ چونکہ یہاں سے دو راستے تھے۔ ایک ذرا دور کا میدانی راستہ تھا اور ایک نزدیک کا گھاٹی کا راستہ تھا۔

حضرتؐ نے عام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ میدانی راستے سے جائیں۔ کہ اس میں بہت سے آدمی ایک ساتھ گزر سکتے ہیں اور حضرتؐ نے خود اس گھاٹی کے راستے سے روانہ ہوئے۔

تمام مسلمان اُس میدانی راستے کی طرف مڑ گئے مگر یہ لوگ جنھوں نے منصوبہ بنایا تھا آپ کے پیچھے اسی راستے سے چلے۔ حضرتؐ نے جناب حذیفہ یمانی اور عمار بن یاسرؓ کو حکم دیا کہ وہ بالکل ساتھ چلیں۔ عمار ناقہ کی مہار ہاتھ

www.kitabmart.in

میں لیں اور حذیفہ پیچھے سے اُسے ہنکائیں اس دوران میں پیچھے سے ان لوگوں کے مرکبوں کے پیروں کی آہٹ ملی جنھوں نے پیغمبر خداؐ کے حکم کے خلاف عمل کر کے وہ راستہ اختیار نہیں کیا تھا اور اپنے منصوبہ کے تحت آپ کے ساتھ ساتھ آ رہے تھے۔

حضرتؐ اس عدول حکمی پر غضبناک ہوئے اور حذیفہ کو حکم دیا کہ جا کر ان لوگوں کو واپس کرو، وہ حضرتؐ کے حکم سے اس خاص قسم کی لاٹھی لئے ہوئے بڑھے اور اُن کے مرکبوں کے منھ پر وہ لاٹھی مار مار کر اُنھیں پیچھے کی طرف موڑا اور اُن لوگوں کو دیکھا کہ وہ ڈھاٹا باندھے، منھ چھپائے ہوئے ہیں۔

مثل مشہور ہے کہ "چور کا دل ہی کتنا ہوتا ہے" حذیفہ کے اس طرح لاٹھی مار مار کر بھگانے سے وہ سمجھے کہ اُن کا منصوبہ کھل گیا ہے اور اُن پر رعب ایسا چھایا کہ وہ بے تحاشا بھاگ کر فوری فوج میں جا دوسرے راستے سے جا رہی تھی، جا کر سر بسر شامل ہو گئے۔ حذیفہ واپس آئے۔ رسولؐ نے فرمایا اے حذیفہ! بس اب تم مرکب کو تازیانہ لگا کر تیزی سے بڑھا اور تم عمار! پا پیادہ چلو اور اب آپ بہت کے ساتھ اُس راستے کو طے کر کے گھاٹی سے باہر نکل کے فوج کے باقی لوگوں کا انتظار فرمانے لگے جو اُس طولانی راستے سے آ رہے تھے اور ابھی یہاں نہیں پہونچے تھے۔

حضرتؐ نے حذیفہ سے فرمایا کہ تم نے پہچانا کہ یہ لوگ کون تھے؟ انھوں نے عرض کیا وہ لوگ خود تو ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اس لئے پہچانے نہیں جا سکتے تھے مگر میں فلاں فلاں شخص کے مرکب کو پہچانتا ہوں۔ فرمایا جانتے ہو؟ ان کا منصوبہ کیا تھا؟ انھوں نے کہا نہیں، یا رسول اللہؐ! فرمایا!

www.kitabmart.in

ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آئیں اور جہاں راستہ تنگ ہو اور انھیں موقع ملے وہ مجھے کھڈ میں گرا دیں۔ حذیفہ اور عمار نے کہا: پھر یہ لوگ تو یا رسول اللہؐ! واجب القتل ہیں، جب آپ کے پاس آئیں تو ان کی گردن مارنے کا حکم دے دیجئے۔ فرمایا نہیں، مجھے یہ پسند نہیں کہ لوگوں میں ایسا چرچا ہو کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا تم دونوں ان اشخاص کے ناموں کو راز میں رکھنا اور اعلان نہ کرنا۔

تاریخ کے علاوہ کتب رجال اور حالات صحابہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ اس واقعہ کی وجہ سے حذیفہ صاحب سر رسول اللہ یعنی پیغمبرؐ کے راز کے حامل کہے جاتے تھے اور انھوں نے عمر بھر رسولؐ کی ہدایت پر عمل کیا اور ان لوگوں کی شخصیت کا اظہار نہیں کیا۔

خود اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ لوگ بس وہ عبداللہ ابی راس المنافقین کی پارٹی کے افراد نہ تھے جن کا نفاق عموماً طشت از بام ہو چکا تھا، بلکہ ان میں کچھ معزز شخصیتیں شامل تھیں جن پر پردہ پڑا ہوا تھا اور تاریخ میں تابعین میں کے ایک بڑے وسیع النظر محدث اور مورخ اعمش کا صراحۃً یہ قول ہے کہ یہ بارہ آدمی تھے جن میں سات قریش میں کے تھے[1]

مسعودی نے اس واقعہ کو مجملاً اس طرح نقل کیا ہے کہ:۔

فی انصرافہ من غزاۃ الغزلۃ	اس غزوہ سے واپسی میں کچھ منافقوں نے
ھم عدۃ من المنافقین جا	رات کے وقت بے خبری میں آپ کی جان لینے
عتیالہ صلے اللہ علیہ وسلم	کا اور آپ کو کھڈ میں ڈالنے کا ارادہ کیا

---

[1] اعلام الوریٰ صفحہ ۱۱۶

www.kitabmart.in

لیلا وا القائمہ فی السنة و هم المعروفون... اصحاب العقبة فحال اللہ بنیہ و بین ما اراد وانبیہ وظهرہ علیهم وقد اتینا علی شرح ضمیرهم و اسمائهم فی کتاب (الاستذکار) عنہ ذکرنا هذہ الغزوة[1]

اور یہ جماعت تاریخ میں اصحاب عقبہ (گھاٹی والے لوگ) جو نام سے مشہور ہے مگر اللہ ان کے مقصد میں سد راہ ہوا اس نے آپ کو ان منصوبوں سے مطلع کیا اور ہم نے ان کے واقعہ کی تفصیل اور ان کے نام کتاب الاستذکار میں اس غزوہ کے حالات میں درج کئے ہیں۔

افسوس ہے کہ مورخ مذکور کی کتاب "الاستذکار" جس کا مصنف نے حوالہ دیا ہے، ہمارے علم میں اب اس کا کہیں وجود نہیں ہے اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان ناموں کی فہرست کیا ہے؟

پھر ایک بات یہ قابل غور ہے کہ جب ان ناموں کا حذیفہ کے سینہ میں بطور راز رہنا ہمیں متواتر معلوم ہے تو یہ فہرست کسی راوی کی اپنی ذہن اور قیاس سے مرتب کی ہو سکتی ہے جس کا فنی طور پر کوئی وزن بھی نہیں جا سکتا۔

ایک عجیب بات بعض کتابوں میں یہ درج ہے کہ حضرت عمر نے کئی بار حذیفہ سے پوچھا کہ میں تو اس گروہ میں نہ تھا؟ اور انھوں نے ان کے چھیڑنے کے باوجود سختی کے ساتھ رسولؐ کے راز کو راز رکھا اور ہر مرتبہ اس سوال کے جواب سے مناسب انداز میں کترا گئے اور کوئی وضاحت نہیں کی۔

مراجعت :-

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے جس پر

---

[1] التنبیہ الاشراف ص۲۳۶

www.kitabmart.in

حضرت کے الفاظ میں ایک خاص اظہار مسرت کی کیفیت محسوس ہوتی ہے ممکن ہے وہ اس لئے بھی ہو کہ عام طور پر منافقین اس مہم کو بڑا پرخطر محسوس کرتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ اب یہ زندہ واپس تھوڑی ہی آئیں گے اور ممکن ہوا منصوبہ کے ناکام ہونے کا بھی احساس ہو جو آپ کی جان لینے کے لئے کیا تھا اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد شائد اتنی طولانی جدائی مدینہ سے اب تک نہیں ہوئی تھی جتنی اس مرتبہ ہوئی اور پھر اس میں انصار کی دلجوئی بھی تھی کہ مجھے تمہارا ہی شہر پسند ہے چنانچہ جب آپ داخل ہو رہے تھے تو خوش ہو کر فرمایا: "ھٰذہٖ طیبۃ" وہ طیبہ کی سرزمین آگئی۔ اور کوہ احد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس پہاڑ کو ہم سے محبت ہے اور ہم کو اس سے محبت ہے۔[1]

ہمارے نزدیک ان باتوں کو اس گفتگو کا تتمہ سمجھا جا سکتا ہے، جو مال غنیمت کی تقسیم پر کچھ انصار کے اظہار ناگواری کے موقع پر ہوئی تھی، جب حضرت نے فرمایا تھا کہ وہ مال و دولت لے کے واپس ہوں گے اور تم خود رسولؐ کو اپنے ساتھ لے کر واپس جاؤ گے تو تمہارے نزدیک کون نفع میں ہے؟ ان تمام کیفیات سے اس کا اظہار ہو رہا تھا کہ آپ کو اب مکہ سے وہ وابستگی نہیں ہے جو مدینے سے قلبی لگاؤ ہے۔

تاریخ کی صراحت ہے کہ یہ ہوتے ہوئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

[1] اعلام الوریٰ ص۱۳۳

www.kitabmart.in

زندگی کا آخری غزوہ تھا اور عام مسلمان تو اُس وقت اس شدت کی گرمی میں اس دور دراز کے سفر کی اہمیت محسوس نہیں کر رہے تھے مگر آج مورخ اس کی قدر و قیمت محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تبوک کی مہم میں ہمت و عزم کے ساتھ روم کی سرحد پار کر کے اس کے قلمرو ئے مملکت میں اتنے طویل عرصہ تک قیام اور اطراف و جوانب کے امیروں کے سر اطاعت خم کرنے سے جزیرہ نمائے عرب یا قلمرو اسلامی کو کسی حملہ کا خطرہ نہیں رہا۔[1]

ایک بڑے موذی سے چھٹکارا۔

تبوک سے حضرتؐ کی واپسی کے بعد راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی موت ہوگئی اور مسلمانوں کو اس بہت بڑے "مارِ آستین" سے نجات ملی۔

---

[1] حیٰوۃ محمد، محمد حسین ہیکل مطبوعہ مصر ۱۳۵۴ھ ص ۱۲۶

www.kitabmart.in

تبلیغ سورۂ برأت

سنہ ۹ھ میں سورۂ برات اتری جس میں آئندہ سے مشرکین کا داخلہ کعبہ میں بند کیا گیا تھا۔ تاریخ و حدیث کی متفق علیہ حقیقت ہے کہ پہلے رسول خداؐ نے سورہ کی ان آیات کو حضرت ابوبکر کے سپرد کیا اور پھر پیغام ربانی کی بنا پر آپ نے ان سے واپس لے کر حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ اس پیغام کے الفاظ کیا تھے؟ ایک روایت یہ ہے کہ اس میں نام کی صراحت تھی کہ ان آیتوں کو یا آپ پہونچایئے یا علی ابن ابی طالبؑ۔[1]

دوسری روایت یہ ہے کہ پیغام یہ تھا کہ:

لایبلغ ھذا الا انت او رجل من اھلک[2]

اسے بس یا تو آپ خود پہونچایئے یا ایسا شخص جو آپ کے اہل میں سے ہو۔

اگر یہ لفظیں ہی تب بھی عمل رسولؐ سے ثابت ہوا کہ "اہل" کا عنوان پہلی فرد پر منطبق نہ تھا حضرت علیؑ ہی اس کے مصداق ہو سکتے تھے۔

---

[1] اعلام الوریٰ ص ۱۳۱ [2] تاریخ یعقوبی طبع بیروت ۱۳۷۹ھ ج ۲ ص ۷۶

www.kitabmart.in

ظاہر ہے کہ اس کے لئے حضرت علی ہی ایسا جری اور فصیح اللسان خطیب ہونا چاہئے تھا اور پھر ایسا جس کی ہیبت ان کے دلوں پر قائم ہو کہ وہ اُس وقت کی دنیائے شرک کے حلقہ میں کھڑے ہو کر صرف سورہ کی تلاوت ہی نہ کرے بلکہ بحیثیت ذمہ دار مبلغ کے خود اپنے لفظوں میں یہ الٹیمیٹم "حکیم نادری" کیا "فرمانِ جبروتی" سنادے جیسے مصری مؤرخ نے اس طرح لکھا ہے کہ

وقف علی فی الناس وھم یؤدون مناسک الحج فتلا علیھم ھذہ الآیات من سورۃ التوبۃ۔ فلما اتم تلاوتھا وقف ھنیھۃ ثم صاح بالناس:۔ ایھا الناس! ایھا الناس انہ لا یدخل الجنۃ کافر ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان ومن کان لہ عند رسول اللہ عھد الی مدتہ۔ صاح علیؑ بالناس بھذہ الاوامر الاربعۃ

حضرت علیؑ مجمع میں کھڑے ہوئے جب کہ وہ لوگ مناسک حج ادا کر رہے تھے تو آپ نے سورۂ توبہ کی ان تمام آیتوں کو پڑھ کر سنایا۔ جب تلاوت ختم کر چکے تو ذرا دیر رکے پھر بلند آواز سے مجمع کو مخاطب کیا اے لوگو! وہ مجمع مخاطب ہوا تو فرمایا! اے لوگو! یقین مانو کہ بہشت میں کوئی کافر نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد سے کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور خانہ کعبہ سے کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا اور جس کا پیغمبر خدا سے کوئی معاہدہ ہو وہ

www.kitabmart.in

لمہ اجل الناس اربعۃ اشھر
بعد ذلک الیوم فلیرجع کل قوم
الی مامنھم و بلادھم
ومن یومئذ لم یحج مشرک
ولم یطف بالبیت عریان
ومن یومئذ وضع الاساس
الذی تقوم علیہ الدولۃ
الاسلامیۃ۔

پھر لکھتے ہیں:۔

والحرص علی ان یدرک
العرب جمیعا ھذا الاساس
ھو الذی دعا علیاً الی ان
لایکتفی بقراءتہ ھذہ الآیات
من براءۃ یوم الحج علی ما
اتفقت علیہ الروایات بل جعل
یقرؤھا علی الناس من بعد
ذلک فی منازلھم علی ماجاءت

انتہا مدت تک کے لئے۔
حضرت علی نے چیخ چیخ کر پکار کر سنائے
پھر ان تمام لوگوں کو آج کے بعد سے چار
مہینے کی مہلت دی کہ ہر گروہ اپنے اپنے اس کے
مقام اور اپنے ملک تک پہونچ جائے۔
اور بس آج کے دن پھر کسی مشرک نے حج
نہیں کیا اور نہ کسی نے برہنہ حالت میں کعبہ کا
طواف نہیں کیا اور آج کے دن سے وہ بنیاد
قائم ہوئی جس پر اسلامی حکومت کی عمارت
قائم ہوئی۔

اور خواہش کرتا ہوں کہ تمام
عرب اس بنیاد کو سمجھ لیں حضرت علی کے
لئے اس کی باعث ہوئی کہ انہوں نے
صرف سورۂ برات کے ان آیات کو پڑھ
دینے پر اکتفا نہیں کیا جس پر تمام روایتیں
متفق ہیں بلکہ جیسا کہ بہت سی روایتوں
میں ہے، وہ گھروں پر جا جا کر لوگوں کے

www.kitabmart.in

سامنے ان آیتوں کو پڑھ پڑھ کر سنانے لگے۔
بہ روایات کثیرہ۔
(حیاتِ محمدؐ۔ محمد حسین ہیکل مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۴ھ ص ۴۵۷-۴۵۸)

بیرونی قبیلوں پر ان فتوحات کا اثر

ان پے در پے فتوحات کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی دھاک اطراف و جوانب کے قبیلوں پر بیٹھ گئی چنانچہ قبیلہ بنی ثقیف کی ایک ممتاز شخصیت عروہ بن مسعود ثقفی نے آکر اسلام قبول کیا اور اس کے بعد وہاں کے دس آدمی عمائد میں سے آکر مسلمان ہوئے جس کا اثر پورے قبیلہ پر پڑا۔ اب نجد کے بنی تمیم کے سرکش لوگ اور بڑے بڑے رؤساء عطار ابن حاجب۔ اقرع ابن ۔ زبرقان ابن بدر۔ قیس بن عاصم۔ عیینہ بن حصن فزاری اور عمرو بن اہتم بھی آکر مسلمان ہوئے۔

بنی طے کا وفد آیا جس میں زید الخیل اور عدی بن حاتم تھے۔ ابن اسحٰق کی روایت یہ ہے کہ پہلے حاتم طائی کی بیٹی اسیر ہو کر آپ کے پاس آئی۔ آپ نے اس کے باپ حاتم کی ضرب المثل فیاضی کی بنا پر اس کی بیٹی کی بڑی عزت کی اور غیر معمولی مراعات سے کام لیا۔ جس کا اس کے دل پر اثر ہوا اور اس نے جا کر اپنے بھائی عدی بن حاتم کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔

www.kitabmart.in

اس کا حضرت نے اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ اپنے ہاتھ سے مسند کے طور پر ایک گدا اُس کی طرف بڑھایا کہ وہ اُس پر بیٹھے۔[1]

بعض مورخین نے صراحتہً لکھا ہے کہ حضرت خود زمین پر بیٹھے اور اُسے مسند پر بٹھایا۔[2] اس نے بہ طیب خاطر اسلام قبول کیا۔

ظاہر ہے کہ یہ تو حالات کا دباؤ تھا جو یہ سب اسلام لا رہے تھے مگر ہر ایک کی قلب ماہیت ایک دم تھوڑی ہو سکتی ہے چنانچہ عمر بن معدی کرب ایک بڑا نامی گرامی سورما عرب کا وہ بھی آکر دائرہ اسلام میں داخل ہوا مگر تھوڑی ہی دیر میں ایک مسلمان کا گلا پکڑے ہوئے پیغمبر خدا کے سامنے لایا اور کہا اس بدمعاش نے میرے باپ کو قتل کیا تھا، اس سے میری داد دلوائیے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصول اسلامی کے مطابق جواب دیا کہ جو کچھ جاہلیت میں ہو چکا، اس کا بدلہ اسلام اختیار کرنے کے بعد نہیں لیا جا سکتا۔ یہ سن کر وہ برہم ہوا اور دوبارہ اسلام سے منحرف ہو گیا اور لوٹ مار میں مصروف ہو گیا جس کی سرکوبی کو حضرت علی بھیجے گئے۔ جب یہ پہلے تو اس نے بڑا طنطنہ دکھلایا، پھر اس کے کچھ ساتھی قتل اور عورتیں بچے اسیر ہوئے تو اس نے راہِ فرار اختیار کی اور دوبارہ آکر مسلمان ہوا۔[3]

---

[1] تاریخ طبری ص ١٧١٠ زاد المعاد ابن قیم ج ٢ ص ٢٠٥

[2] الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ٢٧٢ [3] اعلام الوریٰ ص ١٣٤

www.kitabmart.in

واقعہ مباہلہ

انہی وفود کے سلسلے کی ایک اہم کڑی اہل نجران کا وفد ہے جس کے ذیل میں مباہلہ کا واقعہ وقوع میں آیا۔

یمن میں مقام نجران عیسائیوں کا مرکز تھا۔ یہاں کے لوگوں نے پہلے خط و کتابت کی اور پھر اپنے پادریوں اور راہبوں کا ایک وفد مرتب کر کے روانہ کیا۔

یہ لوگ اس تصور میں تھے کہ وہ بڑے عرب کے صاحب اقتدار کے پاس جا رہے ہیں تو انھیں وہ لباس پہن کر جانا چاہیے جو بادشاہوں کے دربار کے لائق ہے۔ حریر و دیبا کے کپڑے پہن کر رسولؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ یقیناً اگر یہ قیصر و کسریٰ کے سامنے ہوتے اور یہ ریشم وغیرہ کا لباس ان کا عام لباس ہوتا تو حضرتؐ اس لباس کے ساتھ اُن سے گفتگو میں توقف نہ فرماتے مگر چونکہ وہ اپنے معیار کے مطابق روحانی جماعت کے افراد تھے جنھیں پُرتکلف لباس سے بذاتِ خود کوئی سروکار نہیں تھا بلکہ وہ حضرتؐ کو ایک دنیوی بادشاہ تصور کر کے اپنے خیال کے موافق آپؐ کے

www.kitabmart.in

دربار کے تقاضوں کے لحاظ سے اس لباس کو پہن کر آئے تھے، لہٰذا اس لباس کے ساتھ حضرتؐ کا مظاہرہ اخلاق فرمانا اُن کی غلط فہمی کے بردہ کو چاک کرنے کا باعث نہیں ہو سکتا تھا اور بتقاضائے منصب رسالت آپؐ کو اُن کی اس غلط فہمی کے دور کرنے کی ضرورت تھی لہٰذا جب وہ اس لباس میں حضرتؐ کے پاس آئے تو حضرت نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔

چونکہ حضرت کے محاسنِ اخلاق کا تذکرہ وہ بتواتر سُنتے ہوئے تھے، اس لئے اس بے رخی کا جو اُن کے ساتھ ہوئی سبب تلاش کرنے کی انھیں فکر ہوئی جس کے لئے پہلے اصحاب سے معلوم کرنا چاہا مگر وہاں مطلب برآری نہ ہوئی انہی کے کہنے سے حضرت علی ابن ابی طالب سے رجوع کیا، یا یہ کہ انہی اصحاب کے اُن کی اس صورتِ حال کے بارے میں حضرت علی سے دریافت کیا۔[۱]

آپ نے اس راز کی نشاں دہی کی کہ تم اس لباس میں جو رسولؐ کے پاس آئے تھے، اس کی وجہ سے حضرتؐ نے تم سے اس طرح بے رخی اختیار فرمائی۔ اسے اُن کے ضمیر نے قبول کیا اور انہوں نے ان کپڑوں کو اتار کر اپنے عام زاہدانہ لباس پہنے اور اب رسولؐ کی خدمت میں حاضر

---

[۱] زاد المعاد ابن قیم ج ۴ ص ۳۹

www.kitabmart.in

ہوئے تو حضرتؑ نے کشادہ پیشانی کے ساتھ اُن سے گفتگو فرمائی اور اب انھوں نے حضرتؑ سے دینی مسائل اور خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے بارے میں اسلامی تصور کو دریافت کیا۔ سورۂ آلِ عمران کا زیادہ حصّہ اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ طویل گفتگو کے بعد اس سلسلے کی آخری کڑی پیش آئی وہ یہ کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کے لئے کوئی باپ نہ ہونے کو اُن کے لئے خدا کے بیٹے ہونے کا ثبوت قرار دیا تو قرآن مجید کی یہ آیت اتری کہ

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن

عیسیٰ کی مثال تو اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے انھیں تو مٹی سے پیدا کیا پھر اشارۂ قدرت ہوا کہ وجود میں آجائیں تو وہ وجود میں آگئے۔

اس کے بعد وہ لاجواب تو ہو گئے مگر ماننے کے لئے پھر بھی تیار نہیں ہوئے تو قرآن مجید کی یہ آیت اتری:

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ

اب جو ان علمی دلائل کے بعد بھی حجت کرتا رہے تو کہہ دیجئے کہ آجاؤ، ہم دونوں فریق اپنے اپنے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنے اپنے نفوس کو پھر اللہ سے لو لگا کر اللہ کی لعنت قرار دیں

www.kitabmart.in

لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ جھوٹوں پر۔

چنانچہ دوسرے دن موقف مباہلہ میں حضرت تشریف لائے ان چار ہستیوں کو ساتھ لئے ہوئے جن کو رسولؐ کیساتھ ملا کر مسلمانوں میں محاورہ "پنجتن پاک" کا ہوگیا ہے۔ وہ ہیں علی و فاطمہ اور حسن و حسین کہا جاتا ہے کہ ان کے سب سے بڑے مذہبی رہنما نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ دیکھو! کل اگر محمدؐ اپنے اصحاب یعنی پیرووں کی جماعت کو ساتھ لے کر آئیں تو مباہلہ کر لینا لیکن اگر اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر آئیں تو کبھی مباہلہ نہ کرنا۔

جب یہ حضرات رسولؐ کے ساتھ آئے، نصاریٰ نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ یہ سب ان کے دل کے ٹکڑے ہیں۔ ایک انتہائی عزیز بیٹی، دوسرے گود کے پالے چچازاد بھائی اور داماد یعنی اُسی بیٹی کے شوہر ہیں اور دو لڑکے ہیں اسی بیٹی کے بچے ہیں۔ بس انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ اور وہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہو گئے جس کے لئے ایک دستاویز مصالحت کی لکھی گئی اور وہ اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد واپس چلے گئے۔

www.kitabmart.in

فتح یمن

مباہلہ کی روحانی جنگ میں رسول اسلامؐ کی فتح جس میں حضرت علی ابن ابی طالب کی شخصیت امتیازی طور پر مخالف حلقوں میں نمایاں ہو گئی تھی۔ اس کا اثر پورے یمن پر پڑنا ضروری تھا اور یہ خدا اور رسولؐ کی حکیمانہ موقع شناسی ہے کہ اس اصول کے مطابق کہ لوہے پر ضرب اس وقت لگاؤ جب وہ گرم ہو، فوراً ہی حضرت علی ابن ابی طالب کو دعوت اسلامی کے لئے یمن بھیج دیا گیا۔

وہی اسلامی سورما جو بدر و احد و خندق و خیبر کے خونریز فتوحات میں عسکری فتح کا نشان بن گیا تھا، اب مباہلہ کے بعد بغیر تلوار کے جنگ میں بھی فتح و ظفر کا نشان ثابت ہوا، چنانچہ یمن میں علی فتح کے لئے کھنچی ہوئی تلوار لے کر نہیں گئے۔ نہ فوج و لشکر ساتھ لے گئے۔ بلکہ صرف تیغ زبان اور کردار کا لشکر ساتھ لئے ہوئے تشریف لے گئے جس کے نتیجہ میں پورا ملک یمن چند روز میں فتح ہو گیا۔

www.kitabmart.in

تاریخ کی صراحت ہے کہ آپ نے بس رسولؐ کا خط پڑھ کر سنایا جو ظاہر ہے کسی تمہیدی تقریر کے ساتھ ہوگا اور ایک دن میں سارے قبیلۂ ہمدان نے اسلام قبول کیا۔[1]

اور اس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد کے مسلمانوں کے لئے ایک مثال قائم کردی کہ اسلام میں فتح ممالک کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے خلاف جو عسکری طاقت سے، وہ کسی ملک کی سابقہ حکومت کے مقابلہ میں، مسلمانوں کی فتح ہو سکتی ہے۔ اسلام کی فتح اُسے نہیں کہا جا سکتا۔

یمن کا قبیلۂ ہمدان جس نے اس موقع پر حضرت علیؑ کی دعوت پر لبیک کہی تھی، پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ پر جاں نثار رہا۔ اور ان جنگوں میں جو آپ کو اپنے مخالفین سے لڑنا پڑیں، یہ قبیلہ آپ کا بڑا مضبوط بازو تھا۔

پھر اس وقت بھی جب اسلام لایا تھا، اتنا نمایاں امتیاز رکھتا تھا کہ بخاری کی روایت کے مطابق جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا وہ خط جس میں وہاں کی روئداد درج تھی پڑھوا کر سنا تو بے ساختہ پہلے سجدۂ شکر میں سر زمین پر رکھا اور پھر سر اٹھایا تو

---

[1] تاریخ ابو الفدا ج ۱ ص ۱۵۸

www.kitabmart.in

فرمایا:-

علی ھمدان السّلام؁

پھر حضرت علی نے اپنے دور میں متعدد بار نظم و نثر میں اس قبیلہ کو اس طرح سند وفاداری دی ہے جس کو سن کر آج بھی ہمارا دل بھی پکار اٹھتا ہے کہ علی ھمدان السلام۔

حجّۃ الوداع

ہجرت کا دسواں سال، یہی بعد میں رسولؐ کی زندگی کا آخری سال ثابت ہوا۔ اسی سال کے آخر میں یہ حج ہوا جس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدت کم دار دنیا میں زندہ رہے اس لئے اس حج کا نام بعد میں "حجۃ الوداع" ہو گیا جیسا کہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ: خواہ اس لئے کہ آپ کو اس کے بعد پھر کوئی حج کرنے کا موقع نہیں ملا تو گویا آپ کی کعبہ سے رخصت تھی اور یا یہ کہ آپ نے مسلمانوں کو "الوداع"

۱؎ اعلام الوریٰ ص ۱۳۷ ۲؎ ۱۳۲ ۱۴

www.kitabmart.in

کہا اور یہ اطلاع دی کہ اب میں دنیا سے جانے والا ہوں۔[1] بہرصورت اس سال کا جب ذیقعد کا مہینہ ہوا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ ہجرت کے بعد سے آپ کا پہلا حج تھا۔ ہجرت سے پہلے آپ کا قیام ہی مکہ معظمہ میں تھا لہٰذا بلاشبہ آپ نے حج کیا تھا مگر ہجرت کے بعد سے ابھی تک آپ کے مکہ معظمہ کی طرف دو تین سفر تو ہوئے مگر وہ زمانہ حج میں نہ تھا۔ اس لئے انھیں اصطلاحی طور پر عمرہ کہنا درست ہے۔ حج کہنا صحیح نہیں ہے۔ حج جس کا نام ہے وہ اب کی بار ہو رہا تھا۔

تمام مسلمانوں میں اس کا اعلان ہو گیا اور یہ خبر اطراف و جوانب میں بھی پھیل گئی، تو ادھر ادھر کی بھی مخلوق کثرت سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فریضۂ حج کو انجام دینے کے لئے امنڈ پڑی اور ۲۴ یا ۲۵ ذی قعدہ کو حضرت مدینہ منورہ سے اس جم غفیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔[2]

ابھی حضرت علیؑ یمن سے واپس نہیں آئے تھے۔ وہیں آپ کو حضرت کے سفر حج کی اطلاع ملی تو آپ براہ راست وہاں سے قربانی کے جانوروں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ جب حضرت رسول خدا مکہ میں پہونچے اور طواف اور سعی

---

[1] اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۳۲۹

[2] ارشاد شیخ مفید ص ۷۹ اعلام الوریٰ ص ۱۳۸

www.kitabmart.in

فرما چکے تو حکم الٰہی اترا:-

وَاَتِمُّوا الحَجَّ وَالعُمرَۃَ لِلّٰہِ الخ

اس آیت سے حج تمتع کا قانون نافذ ہوا اور حضرت ؐ نے اعلان فرمایا کہ بس اب آج سے عمرہ حج کا جزء بن گیا۔ دریافت کیا گیا، یہ حکم اسی سال ہے یا ہمیشہ کے لئے یہ حکم ہے، تو حضرت نے زور دے کر کئی دفعہ فرمایا کہ یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ عمرہ حج کا جزء قیامت تک کے لئے ہے ؎۔

بے شک جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت ہے یہ حج تمتع کا حکم...... ان کے لئے ہے جو دور دراز سے مکہ آئیں۔ وہ پہلے عمرہ کر کے اس کے احکام بجا لائیں۔ پھر اس احرام کو ختم کر دیں جس کے ساتھ تمام پابندیاں جو علیحدہ تھیں، وہ ختم ہو جائیں گی۔ پھر مقررہ تاریخوں پر حج کا احرام باندھیں اور یہی حج تمتع کا طریقہ ہے جو فقہ جعفری میں دور والوں کے لئے لازمی طور پر معین ہے اور اہلِ سنت بھی اسے درست سمجھتے ہیں، اس لئے زیادہ تر اس پر عامل ہیں۔

بعض اصحاب کے دل کو یہ بات اسی وقت نہیں لگی اور اس پر معترضانہ جملے زبان پر لائے جس پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس حکم پر کبھی ایمان نہیں لاؤ گے ؎۔

؎ الدرر ص ۲۷۸

؎ ارشاد ص ۸۱

www.kitabmart.in

اس حج کی ایک بڑی خصوصیت کا اعلان رسولؐ نے ان الفاظ میں فرمایا کہ

ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السمٰوات والارض — دیکھو اب زمانہ گردش کرکے اُس نقطہ پر آگیا ہے جس صورت پر وہ آسمان و زمین کی خلقت کے دن تھا۔

اس ارشاد پیغمبرؐ میں وحی زبانی کے ان الفاظ پر نظر ہے جو نسی کی ممانعت سے قبل بطور تمہید ارشاد ہوئے تھے کہ:-

اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثنا عشر شھرا یوم خلق السمٰوات والارض منھا اربعۃ حرم — یقیناً مہینوں کی تعداد اُس دن سے کہ جب آسمان و زمین کی تخلیق ہوئی تھی، اللہ کے نزدیک بارہ ہے۔ ان میں سے چار محترم مہینے ہیں۔

اب اس آیت کی روشنی میں ارشاد رسولؐ کی تشریح مصر کے ایک مفکر نے اس طرح کی ہے کہ:-

وہ لوگ جو نسی کا عمل اختیار کرتے یعنی مہینوں کے تعین میں گڑبڑ اس کی دو صورتیں تھیں۔ ایک محرم کو آگے بڑھا کر صفر میں رکھنا۔ یہ اُس وقت ہوتا تھا جب محرم میں غارت گری کے واقعات ہوں تو اگر اس مہینہ کو محرم مان لیں تو یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے لہٰذا وہ اس وقت جو کچھ انھیں لوٹ مار کرنا ہے، وہ کرکے دوسرے مہینہ کو محرم مانتے تھے جس میں جدال و

www.kitabmart.in

قتال کو حرام قرار دیتے تھے۔

دوسرے حج کے مہینے میں دن بڑھا کر شمسی حساب کے مطابق لاتے تھے اور اسے ہر سال ۱۱ دن یا اس سے کچھ زیادہ آگے بڑھاتے تھے جس کا دورہ ۳۳ برس میں پورا ہوتا تھا تو پھر وہ تاریخ اپنے اصل وقت میں پڑ جاتی تھی یعنی جب قدرتی حساب سے ۱۰ ذی الحجہ ہونا چاہیئے اسی دن وہ دسویں ذی الحجہ ہوتی تھی۔ حجۃ الوداع وہ سال تھا جس میں حج اپنے اصل [illegible] حضرت نے نسی کے عمل درآمد کو ختم کرتے ہوئے اب فرمایا کہ اس سال سے حساب اسی معیار پر آگیا ہے جس معیار پر خلقت آسمان و زمین کے وقت سے حساب چل رہا تھا۔[1]

حج کی مفصل کیفیت

چونکہ اس سے پہلے دورِ رسالت میں حج نہیں ہوا تھا اور یہ ناس کے بعد رسول صلعم کو اپنی زندگی میں حج کا موقع ملا، اس لئے اس حج کی کیفیت کو راویوں نے پورے جزئیات کی تفصیل کے ساتھ محفوظ کیا اور ایک دوسرے سے بڑے وجد و کیف کے ساتھ بیان کرتے رہے اور پھر محدثین نے اپنی کتابوں

---

[1] حاشیہ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۸ از شیخ محمود طنطاوی

www.kitabmart.in

میں اسی تفصیل کے ساتھ درج کیا۔

یہاں ہم اس کی مفصّل کیفیت کو علامہ ابن عربی کی کتاب "محاضرۃ الابرار" مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۱۹ سے نقل کرتے ہیں:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے قصد سے شجرہ کی راہ سے روز پنجشنبہ ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو روانہ ہوئے۔

یہ شجرہ کا راستہ وہی ہے جس میں اب مدینہ سے نکل کر بیر علی مقام پر حاج احرام باندھتے ہیں اور یہی اہلِ مدینہ کا میقات ہے جس کے آگے بغیر احرام کے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس منزل پر آکر حضرت ؐ نے نماز عصر پڑھی اور رات کو جو شب جمعہ تھی یہیں قیام فرمایا اور چوں کہ یہیں احرام باندھ چکے تھے لہٰذا اب جو حضرت ؐ اس منزل سے آگے بڑھنے لگے تو لبیک اللھم لبیک صدا بلند کی جس پر ان ہزاروں آدمیوں نے جو ساتھ تھے، آپ کی معیت میں تھے آپ کی پیروی کی اور دور دور تک کی وادیاں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے اس اعلان سے گونج اٹھیں اور یونہی حضرت ؐ لبیک اللھم لبیک کی صداؤں کے ساتھ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ راستے ہی میں حضرت کو روانگی کے آٹھویں دن شب پنجشنبہ ماہ ذی الحجہ کا چاند نمودار ہوا۔ اس کے بعد راستہ طے ہوتا رہا یہاں تک کہ شب یکشنبہ چہارم ذی الحجہ کو حضرت ؐ نے ذی طویٰ میں

www.kitabmart.in

رات گزاری اور نماز صبح پڑھ کر روانہ ہوئے۔ اور اسی اتوار کو صبح دن
چڑھے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ حجر اسود کا استلام[۱] فرمایا اور سات
مرتبہ کعبہ کا طواف فرمایا اور ہر طواف میں آپ حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام
فرماتے تھے۔ پھر پنجشنبہ کی صبح کو روز ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو آپ تمام
مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے اس طرح کہ پنجشنبہ کو ظہر کی نماز
منیٰ میں پڑھی۔ پھر شب جمعہ وہیں قیام فرما کر نماز صبح وہیں ادا فرمائی اور روز عرفہ
۹ ذی الحجہ کو جب سورج بلند ہو چکا ہے، اُس وقت عرفات کی طرف روانہ
ہوئے۔ وہاں حضرت کے لئے حضرت کے حکم سے مقام نمرہ پر خیمہ نصب ہو گیا
تھا۔ آپ نے اس میں قیام فرمایا۔ جب زوال آفتاب ہو گیا تو حضرت نے اپنی
ناقہ "قصوا" کے تیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تیار ہوا، اور حضرت
اس میدان کے وسط میں تشریف لائے۔ جس کے گرد و پیش تمام مسلمان قائم
تھے اور پشتِ ناقہ پر سے حضرت نے اس پورے مجمع کو مخاطب فرمایا۔ آپ کی
چچی ام الفضل زوجہ جناب عباسؓ نے اس وقت ایک پیالہ دودھ کا بھیجا جسے
حضرت نے اسی ناقہ کی پشت پر سواری کی حالت میں نوش فرمایا۔ جس سے
تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ آپ آج روزہ سے نہیں ہیں۔ جب خطبہ پڑھ

۱؎ بظاہر آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے "بوسہ" کا موقع نہ تھا۔

www.kitabmart.in

پس آنحضرتؐ ناقہ سے اترے اور بلال کو اذان کا حکم دیا چنانچہ اذان ہوئی مسلمان نماز کے لئے صف بستہ ہوگئے۔ اور بلال ہی نے اقامت کہی جس کے بعد ظہر کی نماز ہوئی۔ پھر فوراً ہی حضرتؐ نے بلال کو دوسری دفعہ کی اقامت کا حکم دیا اور اسی وقت عصر کی نماز ہوئی۔ ظہر اور عصر کے درمیان کسی دوسری نماز کا فصل حضرتؐ نے نہیں کیا۔ علامہ ابن عربی کی تحقیق یہ ہے کہ:۔

صلاھما علیہ السلام بالناس	یہ دونوں نمازیں حضرتؐ نے جماعت
جمیعاً فی وقت الظہر	ایک ساتھ ظہر کے وقت میں ایک اذان
باذان واحد لھما معا	کے ساتھ جو دونوں کے لئے تھی اور دو
باقامتین لکل صلوٰۃ	اقامتوں کے ساتھ کہ ہر نماز کے لئے
اقامۃ	اقامت الگ ہو، ادا فرمائیں

(محاضرۃ الابرار ج ا ص ۲۱)

یہی وہ ترکیب نماز کی ہے جس کے شیعہ عمومی طور پر پابند ہو گئے ہیں۔ پھر حضرتؐ اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور وہیں تشریف لائے جہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ جشنہ کا آفتاب غروب ہوا۔ اب یہاں یہ جملہ قابل لحاظ ہے کہ غروب کے بعد لکھا ہے :۔ وذھبت الصفرۃ یعنی صرف آفتاب کے غروب ہونے پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ انتظار کیا کہ زردی دور

www.kitabmart.in

ہو جائے۔ یہ "زردی" کی لفظ بظاہر تعبیر ہے "حمرۃ مشرقیہ" کے زائل ہونے
کی جسے شیعہ غروبِ آفتاب کا معیار قرار دیتے ہیں اور اس کے پہلے سمجھتے ہیں
کہ مغرب کا وقت ہی نہیں آیا۔ اب حضرتؐ اسامہ بن زید کو اپنے ساتھ
بٹھا کر روانہ ہوئے اور ۱۰ ذی الحجہ کی رات کو کافی وقت گذرنے پر
اس وقت مزدلفہ پہنچے جسے مشعر الحرام بھی کہتے ہیں جب مغرب کی نماز کا
جو عام طور پر وقت سمجھا جاتا ہے گذر چکا تھا چنانچہ عشاء کے وقت میں مغرب
اور عشاء کی نمازیں اسی طرح ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں۔

اس طرح اس حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر حضرتؐ نے جمع بین
الصلوٰتین کی دونوں صورتوں پر عمل کر کے دکھا دیا یعنی نمازِ ظہر کے
وقت میں اسی کے ساتھ عصر کی نماز اور پھر عشاء کے وقت میں اسی کے
ساتھ مغرب کی نماز۔ جس سے یہ اصول ثابت ہو گیا کہ شروع اور آخر
کے بس ذرا سے وقت کو چھوڑ کر جو عقلی طور پر پہلی اور آخری نماز کا وقت
مختص ہے، باقی تمام وقت دونوں کا مشترک وقت ہے۔ یہ اور بات
ہے کہ فضیلت کے لحاظ سے اس میں کا ایک حصہ ظہر سے نسبت رکھتا ہے اور ایک
حصہ عصر سے۔ اسی طرح غروب کے بعد ایک حصہ مغرب سے اور اس کے بعد کا
حصہ عشاء سے مگر اس درمیان کے وقت کے ہر جزو میں ظہر اور عصر اور پھر
مغرب اور عشاء کا ہونا درست ہے جو ائمۂ اہلبیت رسولؐ کے ارشادات
سے ثابت ہے۔

www.kitabmart.in

جانشینیٔ علی کا اعلان

حج سے واپسی میں جب مدینہ کی طرف مراجعت کے لئے مکہ سے باہر آگئے اور مقام غدیر خم پر پہونچے جس کے لئے ہندوستان کے مؤرّخ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ "راہ میں ایک مقام خم پڑا جو جحفہ سے تین میل پر ہے، یہاں ایک تالاب ہے، عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں اور اس لئے اس مقام کا نام عام روایتوں میں غدیر خم آتا ہے۔"

(سیرت النبی حصّہ دوم طبع ہشتم ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۹ء ص ۱۶۷)

اب یہ نہیں معلوم کہ مقام خم اس تالاب سے کتنی دور تھا اور تالاب میں پانی تھا یا وہ خشک ہو چکا تھا مگر چوتھی صدی ہجری کے ملک عرب کے عالم کی تصریح ہے کہ یہاں عموماً قافلے منزل نہیں کیا کرتے تھے اس لئے کہ یہاں آب و گیاہ موجود نہیں ہے۔[۱] بہر صورت حضرت یہاں پہونچے

---

[۱] ارشاد ص ۸۱

www.kitabmart.in

تو حکم ربانی پہونچا:-

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ

اے پیغمبر! جو آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا جا چکا ہے اسے پہونچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام کچھ پہونچایا ہی نہیں۔

آیت کے الفاظ سے خود ظاہر ہے کہ اور روایت بھی بتاتی ہے کہ یہ حکم پہلے آچکا تھا مگر اس کی تبلیغ کے لئے اس کے پہلے وقت مقرر نہ ہوا تھا۔ حضرت ص نے اس کے اعلان میں تاخیر فرمائی اس انتظار میں کہ موقع ایسا سازگار ہو کہ اس میں اختلاف زیادہ پیدا نہ ہو۔ اب یہ جگہ آگئی جہاں اللہ کو علم تھا اور دنیا پر بعد میں یہ حقیقت ثابت ہوئی کہ اگر حضرت ص اس جگہ سے آگے بڑھ جائیں اور قافلہ روانہ ہو جائے تو پھر راستے بدل جائیں گے اور اتنا بڑا مجمع پھر کبھی پیغمبر خدا ص کو فراہم نہیں ہو سکتا تو اب خالق کی جانب سے یہ حکم تاکیدی آیا تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس حکم ربانی کو سن لیں اور حجت تمام خلق پر زیادہ سے زیادہ تمام ہو جائے، اس حکم محکم کے ورود سے مجبور ہو کر بلا توقف حضرت ص مرکب سے اتر پڑے اور لازماً مسلمانوں کو بھی اترنا پڑا۔ اس وقت گرمی نہایت سخت تھی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.kitabmart.in

حکم دیا کہ ببول کے چھوٹے درخت جو وہاں تھے وہ اکھاڑ دیئے جائیں تاکہ زمین صاف ہو جائے۔ پھر پالانہائے شتر کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک طرح کا منبر وہاں بنوایا۔ اور اب اعلان ہوا کہ الصلوٰۃ جامعۃ یعنی نماز جماعت میں سب آکر رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوں۔ چونکہ مسلمان سمٹ کر اکٹھا ہوئے جب کہ ریگ صحرا کی تپش کا یہ عالم تھا کہ عبائیں یا چادریں پیروں سے لپیٹ لی گئی تھیں۔ رسول خدا حضرت علی کو اپنے ساتھ لے کر اس (پالانوں) کے منبر کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور انھیں اپنی داہنی جانب کھڑا کیا اور بسیط خطبہ ارشاد فرمایا ہے جسے جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور اُن کے بعد علامہ طبرسیؒ نے کچھ مضامین اور خاص فقرے نقل کئے ہیں اس طرح :-

خطب الناس فحمد اللہ واثنی	حضرت نے خطبہ پڑھا کہ حمد و ثنا ادا فرمائی
علیہ ووعظ ونعی الی الامۃ نفسہ	اور تنبیہ و نصیحت کے ساتھ ساتھ
فقال انی دعیت ویوشک	امت کو اپنے وفات کی خبر سنائی اور
ان اجیب وقد حان منی	فرمایا مجھے دعوت حق آگئی ہے اور قریب
خفوق من بین اظہرکم وانی	ہے وہ وقت کہ میں اس پر لبیک کہوں
مخلف فیکم ما ان تمسکتم بہ	اور اب تمھاری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہوں لیکن

۱؎ ارشاد ص۸۱

www.kitabmart.in

لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی
اهل بیتی و انهما لن یفترقا
حتی یردا علی الحوض ثم نادی
باعلی صوته: الست اولی بکم
منکم بانفسکم؟ فقالوا
اللهم بلی فقال علی النسق
وقد اخذ بضبعی علی فرفعهما
حتی بان بیاض ابطیهما:
وقال: من کنت مولاه فهذا
علی مولاه اللهم وال من
والاه وعاد من عاداه
وانصر من نصره واخذل من
خذله ثم نزل وکان وقت
الظهیرة فصلی رکعتین ثم
زالت الشمس فاذن مؤذنه
لصلوة الظهر فصلی بالناس
وجلس فی خیمته وامر علیا

وقت آگیا ہے اور میں تم میں چھوڑے
جاتا ہوں وہ کہ جب تک تم اگر تمسک رکھو گے
تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب
اور میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں
اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے
جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے
پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ پھر آپ نے
بلند آواز سے پکارا کہ کیا میں تم لوگوں پر
تم سے زیادہ با اختیار ہونے کا حق نہیں
رکھتا؟ سب نے کہا کیوں نہیں، پس
اسی سلسلہ میں بعد آپ نے فرمایا اس حال
میں کہ آپ نے حضرت علی کے دونوں بازو
پکڑ کر اونچا کیا اتنا کہ دونوں کی سفیدی
زیر بغل نمودار ہو گئی اور فرمایا اچھا تو
جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا
ہے۔ خداوندا! دوست رکھ اسے جو
اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے

www.kitabmart.in

كذا مجلس بخيمة له بان
يأمر المسلمين ان يدخلوا
عليه فوجا فوجا فيهنئوه
بالامامة ويسلموا عليه
بامرة المسلمين ففعل الناس
ذلك اليوم كلهم ثم امر
ازواجه وجميع نساء
المؤمنين معه ان يدخلن
معه ويسلمن عليه بامرة
المؤمنين ففعلن ذلك و
كان ممن اطنب في تهنئته
بذلك المقدم عمر بن الخطاب
واظهر له من المسرة به و
قال فيما قال: بخ بخ لك
يا علي اصبحت مولاي ومولى
كل مؤمن ومؤمنة وجاء
حسان بن ثابت الى رسول الله

جائے دشمن رکھے اور مدد کر اسکی جو اس کی مدد کرے
اور بے مددگار چھوڑ اسے جو اسے بے مددگار چھوڑے
پھر منبر سے اترے اور یہ گرمی دوپہر کا وقت تھا تو
حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی اور لب زوال آفتاب
ہو گیا تو آپ کے موذن نے نماز ظہر کی اذان دی جس کے
بعد آپ نے نماز پڑھائی اور آپ اپنے خیمہ میں بیٹھے اور
حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ ایک خیمہ میں جو سامنے لگایا
گیا تھا بیٹھیں پھر آپ نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا
کہ وہ ایک ایک دستہ کرکے آپ کے پاس جائیں
اور امامت کی مبارکباد دیں اور امیر المؤمنین کہہ
کر سلام کریں چنانچہ اس دن سب نے ایسا ہی
کیا۔ پھر آپ نے اپنے ازواج اور تمام مسلمان خواتین
کو حکم دیا کہ وہ سب بھی آپ کے پاس آئیں اور
آپ کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کریں چنانچہ ان سب نے
بھی اس پر عمل کیا اور جنہوں نے اس میں کافی طول کلام
سے کام لیا حضرت علی کو اس منصب پر مبارکباد دینے
میں وہ عمر بن خطاب تھے اور انہوں نے اس پر بہت

www.kitabmart.in

فقال یا رسول اللہ اتاذن
لی ان اقول فی ھذا المقام
ما رضی اللہ فقال لہ قم
یا حسان علی اسم اللہ فوقف
علی نشز من الارض و
تطاول المسلمون لسماع
کلامہ فانشا یقول ینادیہم
یوم الغدیر نبیہم بخم
واسمع بالرسول منادیا
فقال فمن مولاکم و ولیکم
فقالوا ولم یبدوا ھناک
التعامیا الھک مولانا وانت
ولینا ولن تجدن منا لک
الیوم عاصیا فقال لہ قم
یا علی فاننی رضیتک من
بعدی اماما وھادیا فمن
کنت مولاہ فھذا ولیہ فکونوا لہ

خوشی کا اظہار کیا اور منجملہ ان کے جو کہا تھا یہ تھا کہ
مبارک ہو مبارک اے علی تم آج میرے اور ہر ایک
ایمان مرد اور ہر ایمان عورت کے مولی ہو گئے اور
حسان بن ثابت پیغمبر خدا کے پاس آئے اور کہا
کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس موقع پر کچھ
ایسا کہوں جسے اللہ پسند کرتا ہو حضرت نے فرمایا
اے حسان بسم اللہ اٹھو۔ چنانچہ وہ ایک اونچی
جگہ پر زمین کے کھڑے ہوئے اور تمام مسلمانوں نے
گردنیں بلند کیں ان کے کلام کے سننے کے لئے تو انہوں
نے اشعار پڑھنا شروع کئے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ انہیں
غدیر کے دن ان کے پیغمبر پکار رہے تھے مقام خم
اور پیغمبر سے بڑھ کر اور کس کی ندا پہونچانے والا کون
ہو سکتا ہے۔ اور فرمایا بتاؤ تمہارا مولا اور ولی
کون ہے تو سب بول اٹھے اور کسی نے انکار نہ
کیا بلکہ ظاہر کی کہ خدا ہمارا مولی ہے اور آپ
ہمارے ولی ہیں اور آپ ہم میں سے کسی کو نافرمان
کرنے والا نہیں پائیں گے تو حضرت رسول نے ان سے کہا

www.kitabmart.in

الفساد وسبقت مولانا هنالك
دعا اللهم وال وليه وكن
الذي عادى عليا معاديا
فقال له رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم لا تزال
يا حسان مؤيدا بروح القدس
ما نصرتنا بلسانك ولم يبرح
رسول الله صلى الله عليه
وسلم من ذلك المكان حتى
نزل:
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فقال
الحمد لله على كمال الدين و
تمام النعمة ورضا الرب
برسالتي والولاية لعلي
من بعدي

کہتے ہوئے کہ اگر میرے بعد تمہارا امام اور رہنما ہونے
کو پسند کرتا ہوں تو جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی
ہے تو تم سب ان کے لئے مددگار اور موافقت کرنے
والے رہو، اس موقع پر آپ نے دعا کی کہ خدایا اس کے
دوست کو دوست رکھ اور جو علی کو دشمن رکھے اس کو دشمن
رکھ اس پر حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان سے
فرمایا اے حسان ہمیشہ روح القدس کے ذریعے
تمہاری تائید ہوتی رہے گی جب تک تم اپنی زبان سے
ہماری مدد کرتے رہو گے اور حضرت پیغمبر خدا اس جگہ
سے ابھی نہیں ہٹ پائے تھے کہ یہ آیت اتری؛
آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا
اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اس دین
اسلام سے میں راضی ہوا، اور حضرت نے فرمایا
اللہ کا شکر دین کے مکمل اور نعمت کے پورا ہونے
اور پروردگار کے میری رسالت اور علی کی
میرے بعد ولایت سے راضی ہونے پر۔

(اعلام الوریٰ ص ۱۳۹ـ۱۴۰)

www.kitabmart.in

جناب شیخ مفید علیہ الرحمتہ اور ان کے بعد علامہ طبرسیؒ جن دونوں کی لفظوں میں ہم نے اس پورے واقعہ کو مربوط شکل میں پیش کیا شیعہ عالم اور مورخ ہیں، لیکن اس کے تمام اجزا اہل سنت کی معتبر کتب میں موجود ملتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ یا غائب و پریشان شکل میں ہیں۔

ہاں ایک حقیقت ہے جس پر ہم نے فتح مکہ کے موقع پر عبث لفظی کے ذیل میں کسی حد تک روشنی ڈالی ہے اور یہاں ہم اسے زیادہ واشگاف الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اہل سنت کے معتبر ماخذوں پر نظر کر کے یہ محسوس ہوا ہے جسے خود نہیں تو ہمارے توجہ دلانے پر صاحب وجدان خود بھی محسوس کر سکتا ہے کہ راویان تاریخ پر اموی اور عباسی سلطنت کی سیاست کا اثر راویان حدیث و تفسیر سے زیادہ تھا، اس لئے بہت سی تاریخ کی کڑیاں جو با اقتدار سلطنتوں کے رجحانات کے خلاف تھیں ہیں دی کی طور پر جن کتابوں کو تاریخ کہتے ہیں، ان میں نظر نہیں آتیں لیکن جوامع حدیث و تفسیر میں ہمیں تاریخ کی گم شدہ کڑیاں مل جاتی ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسی کتابوں کے نام کا جزو اگر لفظ تاریخ نہ ہو تو اتنی کہ ہم تاریخ سمجھیں بعنی متقدمین لفظوں کے تابع نہیں ہیں بلکہ اگر کسی محدث نے کوئی تاریخی واقعہ بیان کیا ہے تو اس واقعہ کے بیان کرنے میں وہ مورخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی آیت کی تشریح کے ذیل میں کسی مفسر نے بہ جلو شان نزول

www.kitabmart.in

کوئی اسلامی واقعہ درج کرتا ہے تو اس واقعہ کے بیان کی حد تک وہ تفسیری بیان بھی تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ جیسا اسی "تاریخ اسلام" میں جہاد کے پس منظر میں ہم نے لکھا ہے: قرآن مجید مسلمانوں کے لئے دینی کتاب ہے۔ اس لئے ایک سب سے بڑے وثیقہ ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ واقعاتِ اسلامی کے بیان میں غیر مسلم محققوں کو اسے اصولاً ایک تاریخ کی حیثیت تو دینا ہوگا۔ جیسے وہ منزل من اللہ ہونے پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کلام الٰہی نہ مانیں مگر اسے نہ ماننے کے لئے انھیں اسے خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان خود لکھوائی ہوئی تاریخ ماننا ہوگا جس کا وزن درایتی طور پر بعد کی لکھی ہوئی تمام مسلم اور غیر مسلم تاریخوں سے زیادہ ہوگا۔

اب ہم مذکورہ مسلسل واقعہ کی اہم کڑیاں کی نشان دہی کتب اہل سنت سے کرتے ہیں جسے ہر شخص تلاش کر کے دیکھ سکتا ہے اور خود اپنی آزاد عقل اور ضمیر سے نتیجہ نکال سکتا ہے۔

کتب لغات و معاجم میں غدیر خم کے خطبہ کی گونج

جامعہ ازہر مصر کے ایک عالم سعید محمد حسن نے جو وزارت معارف مصر کی طرف سے مدرس تھے، اپنی کتاب "المھدیۃ فی الاسلام" میں جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ادارہ علوم اسلامیہ کے کتب خانہ میں

www.kitabmart.in

موجود ہے فٹ! پر اہل لغات و معاجم کے ان تصریحات کو یکجا کیا ہے۔
ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ بے شمار قطعات ارض میں سے کسی ایک سے جب تک کسی اہم واقعہ کا تعلق نہ ہو لغت یا جغرافیا کی کتابوں میں نمایاں طور پر اس جگہ کا تفصیلی تعارف ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

غدیر اور خم دونوں کے ایک ساتھ تذکرہ اور تفصیلی تعارف کا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ اس واقعہ کا جو اس سفر سے متعلق ہے اس علمی علاقہ کے دل و دماغ پر پوری طرح اثر ہے چنانچہ بعض نے صراحت غدیر خم کے خطبہ اور اس کے بعض اجزاء کا تذکرہ بھی کر دیا ہے جسے ہم ذیل میں دیگر حوالوں کے ساتھ درج کریں گے۔

جن کتب اور مصنفین کا "الغدیر فی الاسلام" کے مؤلف نے تذکرہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) "قاموس" محمد بن یعقوب فیروز آبادی

(۲) "معجم ما استعجم" وزیر ابو عبید اللہ البکری الاندلسی

(۳) "صبح الاعشیٰ" قلقشندی

(۴) تاریخ یعقوبی

علاوہ بریں شیخ محمد طاہر فتنی نے مجمع بحار الانوار میں بھی غدیر اور خم دونوں کا تعارف کرایا ہے۔

www.kitabmart.in

اب ذیل میں واقعۂ غدیر کی اہم کڑیوں کی نشاندہی بھی کتب اہل سنت سے کی جارہی ہے

(۱) **نزول آیۂ تبلیغ**

علامہ واحدی ابوالحسن علی بن احمد نیشاپوری نے اپنی مشہور و معروف کتاب "اسباب النزول" میں، جو صحیح معنی میں تاریخ تنزیل آیات قرآنی ہے: ابو سعید خدری رض کی روایت درج کی ہے:۔

نزلت هذه الآیة: یاایها الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر خم فی علی ابن ابی طالب

یہ آیت کہ: اے رسول تبلیغ کر دیجئے اس کی جو آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے، غدیر خم والے دن حضرت علی ابن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔

(اسباب النزول مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ھ صفحہ ۱۵۰)

حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور و معروف تفسیر "در منثور فی التفسیر بالماثور" (مطبوعہ طرادہ ج ۲ ص ۲۹۸) اور اہل حدیث کے بہت بڑے عالم اور مفسر محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے اپنی تفسیر "فتح القدیر" (ج ۲ مطبوعہ مصر ص ۶۰) میں اور ہمارے ہندوستان کے مشہور عالم اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں قنوجی نے اپنی تفسیر "فتح البیان فی مقاصد القرآن" (مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ ص ۱۹) میں جو متفقہ الفاظ درج کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

www.kitabmart.in

اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ
و ابن عساکر عن ابی سعید
الخدری قال نزلت ھذہ
الآیۃ: یایھا الرسول بلّغ
ما انزل الیک علی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
یوم غدیر خم فی علی ابن ابی
طالب و اخرج ابن مردویہ
عن ابن مسعود قال کنا نقرء
علی عھد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم یایھا الرسول
بلغ ما انزل الیک من ربک
انّ علیا مولی المومنین و ان
لم تفعل فما بلغت رسالتہ
واللہ یعصمک من الناس

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے
ابو سعید خدری کی زبانی بیان کیا ہے کہ یہ آیت
یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک پیغمبر خدا پر نازل
ہوئی غدیر خم کے دن علی ابن ابی طالب کے بارے
میں اور ابن مردویہ نے ابن مسعود کی زبانی
نقل کیا ہے کہ ہم عہد پیغمبر خدا کے زمانہ میں
اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان الفاظ کے ساتھ
کہ "جو اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے" کہ علی
مومنین کا مولا ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ
کیا تو اس کی رسالت کچھ پہنچائی ہی نہیں
اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے
گا۔

ایسی روایتوں کی ہم نے مقدمہ تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ ایسے اضافے
جو کچھ صحابہ نے بیان کئے ہیں یہ تفسیری نوٹ کے طور پر ہوتے تھے جن کی تشریح

www.kitabmart.in

ہیں وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سن چکے تھے۔

(۲) خطبہ اور اُس کے خاص خاص فقرات

جس طرح مذکورہ سابق شیعہ ماخذوں میں پورا خطبہ نہ تھا بلکہ اُس کے خاص خاص جملے تھے۔ اسی طرح کتب اہل سنت میں اس خطبہ کے خاص خاص ٹکڑے ہی نقل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ غلط تصور قائم ہوا ہے کہ "آپ نے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔" (سیرت النبی شبلی حصہ دوم ص ۱۲۸) حالانکہ اگر تمام فقرات جمع کئے جائیں جو متعدد ماخذوں میں بکھرے ہوئے ہیں تو وہ خطبہ ایسا "مختصر سا" نہیں تھا جیسا اس لفظ سے سمجھ میں آتا ہے۔

امام ولی الدین محمد بن محمد بن عبد اللہ الخطیب العربی متوفی ۷۴۲ھ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" میں جو عموماً مشکوٰۃ شریف کہلاتی ہے جو روایت درج کی ہے وہ اس طرح ہے:۔

عن زید ابن ارقم یقول: نزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما فینا خطیبا بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ	زید بن ارقم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان خطبہ دینے کے لئے سواری سے اترے اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔

"سواری سے اترے" "مکہ اور مدینہ کے درمیان" "اور خطبہ دینے کے لئے"

www.kitabmart.in

اس اجمال کے تحت میں وہ پوری تفصیل آتی ہے جو ارشاد اعلام الوریٰ کے
قبل میں درج ہو چکا ہے ۔ پھر یہ کہ "حمد و ثنائے الٰہی" ادا کی ۔ یہ اجزاء
بھی خطبہ کے ہیں لیکن راوی نے ان پر نقل نہیں کیا ہے ۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ حمد و
ثنائے الٰہی جتنی بھی مبسوط یا مختصر ہو ، وہ اس جملہ بھر تو نہ تھی جیسے راوی نے کہا
ہے کہ "حمد و ثنائے الٰہی ادا کی" ۔ اور اگر وہ اتنی ہی مختصر ہوتی تو راوی اختصار
کے تقاضے سے اُس کے اصل الفاظ کے بیان کو ترک کیوں کرتا ؟

وذکر امابعد یا ایھا الناس
انما انا بشر یوشک ان
یاتینی رسول اللّٰہ ربی فاجیب
انی تارک فیکم الثقلین اولھما
کتاب اللّٰہ فیہ الھدیٰ و
النور فخذوا بکتاب اللّٰہ
واستمسکوا بہ فحث علی
کتاب اللّٰہ و رغب فیہ ۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو میں
بس ایک انسان ہوں بہت نزدیک
ہے وہ دن کہ میرے پروردگار کا پیغام آجائے
اور میں لبیک کہوں بلاشبہ میں تم میں دو
گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں سب سے پہلی ان
میں سے اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت
اور روشنی ہے تو اللہ کی کتاب کو لو اور اس سے
تمسک کرو ۔ اور آپ نے کتاب اللہ پر عمل کی
ترغیب دی اور اس پر بہت زور دیا ۔

دیکھئے پھر راوی نے بنظر اختصار بہت سے حصہ ارشادات رسول کا چھوڑ دیا
جس سے ظاہر ہے کہ پھر اس منزل پہ پیغمبر خدا نے کافی بسط و تفصیل سے کام

www.kitabmart.in

لیا تھا

ثم قال اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی (رواہ مسلم)	پھر فرمایا میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ مسلم نے اس کی روایت کی

مولانا شبلی نعمانی نے صحیح بخاری، ترمذی کے حوالے سے حسب ذیل الفاظ اپنے ترجمے کے ساتھ نقل کئے ہیں:۔

الا ایھا الناس فانما انا بشر مثلکم یوشک ان یأتی رسول اللہ فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا کتاب اللہ واستمسکوا بہ واھل بیتی، اذکرکم اللہ فی اھل بیتی	اے لوگو میں بھی بشر ہوں ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے میں بھی موت میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

آخری جملہ کو آپ نے تین دفعہ مکرر فرمایا۔ یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علیؓ) کی روایت ہے۔ نسائی، مسند امام احمد، ترمذی، طبرانی، حبری، حاکم وغیرہ نے کچھ اور فقرے بھی نقل کیے ہیں جن میں حضرت علی رضؓ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔

(سیرۃ النبی حصہ دوم ص ۱۶۸)

www.kitabmart.in

جناب شبلی کے شاگرد رشید سید سلیمان ندوی نے بہت احتیاط سے کام لے کر صحیح مسلم کی کتاب فضائل کے باب فضائل علی کو نظر انداز کر کے لکھا ہے۔

"مدینہ کی طرف کوچ فرمایا اور راستہ میں مقام خم غدیر پر ایک مختصر خطبہ دیا۔

حمد و ثناء کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں۔ ممکن ہے خدا کا فرشتہ آئے اور مجھے اس کی دعوت قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں اہل بیت کے بارے میں تم کو خدا کو یاد دلاتا ہوں۔"

(تاریخ اسلام حصہ ا۔ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ طبع ہشتم ۱۹۶۱ء)

مرکزی فقرہ

دراصل فقرہ جیسے خطبہ کا حاصل سمجھنا چاہیے۔ اس کے معنی چاہے بعد کو جو چاہے قرار دیئے جائیں بلکہ بر وقت بھی۔ اس فقرہ کو اتنی اہمیت دی گئی کہ اس کے الفاظ کہے کہ حضرت علی کو مبارکباد دی گئی۔ وہ مستند جوامع حدیث میں متفق علیہ حیثیت رکھتا ہے۔

www.kitabmart.in

چنانچہ مشکوٰۃ ترجمہ مطبوعہ دہلی صد ۶۰۶ میں زید بن ارقم والی حدیث ہے کہ:—

قال تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسہم ثلث مرات قالوا نعم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ

فرمایا تین مرتبہ کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تمام مومنین پر خود اُن سے زیادہ اختیارات رکھتا ہوں۔ سب نے کہا ہم جانتے ہیں۔ تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔

مشکوٰۃ مطبوعہ دمشق ج ۳ صفحہ ۳ پر لکھا ہے:

عن زید ابن ارقم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ رواہ احمد والترمذی

مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ دہلی صفحہ ۵۹۶ میں براء ابن عازب اور زید بن ارقم کی زبانی ہے کہ جب حضرت غدیر خم میں اترے تو علی کا ہاتھ پکڑ کر پھر فرمایا الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسہم کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین پر اُن کے نفسوں سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں۔ قالوا بلیٰ سب نے کہا کیوں نہیں۔ پھر فرمایا الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ کیا تم

www.kitabmart.in

نہیں جانتے کہ میں ہر فرد مومن پر اس کے نفس سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں
سب نے کہا کیوں نہیں:

اب فرمایا: اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ و عاد من عاداہ " خداوندا جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہے۔ خداوندا تو دوست رکھ اسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن ہو اس کا جو اس کا دشمن ہو:

مسند امام احمد بن حنبل میں یہ کئی دفعہ متعدد موقعوں پر درج ہے جس میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے کوفہ کے مقام رحبہ میں جہاں ظاہر ہے کہ تمام اصحاب پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم موجود نہ تھے بلکہ صرف وہی اصحاب جو اتفاق سے عراق پہنچ گئے تھے اور اس وقت اس مقام پر موجود تھے اس واقعہ کے چشم دید گواہیاں طلب کیں کہ جس نے اپنے کان سے رسول اللہ کو غدیر خم میں یہ الفاظ فرماتے سنا ہے وہ گواہی دے۔ تو بارہ افراد ایسے صحابہ میں سے جو جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اعلان کیا کہ ہم نے اپنے کانوں سے رسولؐ کو یہ الفاظ فرماتے سنا۔

مسند احمد جلد ۱ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۹ و ۱۵۲ جلد ۴

اس کے علاوہ جلد ۴ صفحہ ۲۸۱ میں جناب ابن عباس کی روایت کے یہ الفاظ درج ہیں کہ: من کنت مولاہ فان مولاہ علی

www.kitabmart.in

ملا علی متقی کی کنز العمال (ج ۱۲ صفحہ ۲۰۲) میں ایک ہی مضمون کے تیس جملے مختلف راویوں کی زبانی سے وارد ہیں۔ مشہور الفاظ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

براء ابن عازب اور جناب ام سلمہ رض کی روایت سے مسند احمد کے حوالے سے ہیں۔ اور بریدہ کے حوالے سے یہ لفظیں ہیں کہ من کنت ولیہ فعلیؑ ولیہ اور صفحہ ۲۰۱ میں محاملی کی امالی کے حوالے سے جناب ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں: علی ابن ابی طالب مولیٰ من کنت مولاہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابۃ (ج ۲ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۲۱۲) میں یہ الفاظ درج کئے ہیں کہ من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ

ابن اثیر جزری نے اسد الغابۃ (ج ۴ صفحہ ۲۸) میں وہی رحبہ والا واقعہ عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ کی زبانی درج کیا ہے جس میں بارہ بدری صحابیوں کی شہادت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ

جناب شبلی نعمانی نے صحیح بخاری کے حوالے سے خطبہ کے ابتدائی فقرات درج کرنے کے بعد لکھا ہے:-

مسند امام احمد، ترمذی، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علی کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے:-

www.kitabmart.in

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰہم وال من والاہ وعاد
من عاداہ (سیرت النبی حصہ دوم ص۱۶۸)

خلیفہ دوم کی مبارک باد

مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ دہلی ج ۲ ص۵۹۰ میں اس خطبہ کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ :-

لقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ	عمر نے اس کے بعد آپ سے مل کر کہا مبارک
ھنیئا یا ابن ابی طالب	ہو آپ کو اے ابو طالب کے فرزند آپ صبح
اصبحت وامسیت مولی کل	و شام مستقل طور پر ہر صاحب ایمان مرد
مؤمن و مؤمنۃ	اور ہر صاحب ایمان عورت کے آقا ئے
(رواہ احمد)	مولی ہو گئے۔ اس کی امام احمد بن حنبل نے
	تخریج کی ہے۔

ابن اثیر جزری نے بھی اسد الغابۃ (ج ۴ ص۲۸) میں درج کیا ہے ان الفاظ میں کہ قال عمر بن الخطاب یا بن ابی طالب اصبحت الیوم ولی کل مؤمن۔

حیدرآباد کے علمائے اہل حدیث میں سے وحید الزماں حیدرآبادی نے

www.kitabmart.in

اللغہ (مطبوعہ بنگلور پارہ ۱۶ صفحہ ۹۷) میں لکھا ہے:

"حضرت عمر نے حضرت علی سے کہا تم تو ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کے مولا بن گئے۔ حضرت عمر نے حضرت علی کو مبارک دی جب آنحضرت نے حدیث فرمائی: من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

انتباہ

یاد رکھنا چاہئے کہ تاریخ کا فرض واقعات کو محفوظ کرنا ہے۔

واقعہ پیغمبر خدا صلعم کی زبان پر ان الفاظ کا جاری ہونا ہے۔ وہ ہم دکھا چکے ہیں کہ شیعہ اور سُنی میں متفق علیہ ہے۔ اب یہ کہ ان الفاظ کے معنی کیا تھے؟ اُس پر بحث کرنا تاریخ کے حدود سے باہر ہے۔

خلاصۂ فیصلہ۔ اس کا فیصلہ وہ ہے جسے اہل سنت کے ایک مشہور عارف شاہ علی حسن جائسی نے ان الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ "علی مولا بآں معنی کہ پیغمبر بود مولا" کیونکہ رسول صلعم نے اپنی حدیث میں اپنے لئے اور حضرت علی کے لئے ایک ہی لفظ دہرادی ہے۔ لہٰذا اس فیصلے کے قبول کرنے سے کسی حدیث رسول صلعم کے ماننے والے کو انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔

www.kitabmart.in

مدینہ کی طرف واپسی اور لشکرِ اسامہ کے بھیجنے کی تیاری

رومیوں سے تصادم کی دو کڑیاں جنگِ موتہ اور غزوہ تبوک کی شکل میں پہلے آچکی تھیں۔ تبوک میں کسی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ صرف اسلام کے حلقہ اثر میں اضافہ ہوا۔ مگر موتہ کی جنگ میں جو مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اس کی کوئی تلافی اب تک نہیں ہوسکی تھی جس کا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فطری طور پر صدمہ تھا۔ ظاہری بات تو یہی ہے اور باطنی طور پر خالق کی کچھ اور مصلحتیں بھی اس سے وابستہ ہوسکتی ہیں جن میں سے بعض کا ممکن ہے بعد میں قرائن سے انکشاف ہو اور ممکن ہے کہ بعض راز سربستہ ہی رہ گیا۔

اگر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر اپنے سے نسبی قرابت ہوا کرتی تو جنگِ موتہ میں متفق علیہ طور پر پہلے سردار جناب جعفر طیار ہوتے اس لئے کہ وہ حضرت کے حقیقی چچازاد بھائی اور حضرت علی ابن ابیطالب کے سگے بھائی تھے مگر اکثر مورخین کے قول کے مطابق پہلے سردار جناب زید بن حارثہ حضرت کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بے شک حضرت ص جناب جعفر سے نسبی قرابت اور

www.kitabmart.in

ان کے اوصاف کی بنا پر محبت فرماتے تھے اس لئے اُن کی وفات کا صدمہ آپ کو بہت ہوا۔ آپ کے گھر میں اُن کا ماتم ہوا اور حضرت فاطمہ زہرا کو ان کی خبر شہادت سے جو گریاں دیکھا تو بجائے گریہ سے منع کرنے کے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ علی مثل جعفر فلتبک البواکی۔ "جعفر ایسے شخص پر رونے والیوں کو رونا ہی چاہئے۔"

پھر بھی اب جنگ موتہ کے تدارک کے لئے جو فوج بھیجی جا رہی ہے تو یہ نہیں ہوا کہ عبداللہ بن جعفر کو جو عمر میں جوان نہیں تو نوجوانی کے حدود کے قریب ضرور تھے، سردار لشکر بنا کر بھیج دیتے جس سے یہ سمجھنے کا موقع ہوتا کہ اپنے چچازاد بھائی جناب جعفر کے خون کا بدلہ لینے بھیج رہے ہیں لہذا ان کے ولی الدم کو سردار فوج بناتے ہیں بلکہ انہی زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ کو جو کم سن ہی تھے سردار لشکر بنایا اور بڑے بڑے اکابر صحابہ کو ان کی ماتحتی میں جانے کا حکم دیا۔ سوا حضرت علی بن ابی طالب کے باقی تمام قابل ذکر افراد اُن کے زیر قیادت جانے پر مامور ہوئے جن میں وہ افراد بھی تھے جو اس کے بعد اپنے یا دنیا کے نزدیک قیادت عظمیٰ کے اہل سمجھے گئے۔ ان میں بڑی بڑی عمروں کے لوگ تھے اور اسامہ کم عمر تھے۔ اس پر ادھر کے حلقوں میں ناگواری کا اظہار ہوا۔ جناب شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:-

حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان — حضرت کی طرف سے حکم ہوا کہ بڑے بڑے

www.kitabmart.in

مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ بن جراح وغیرہم الا علی مرتضیٰ را کہ ہمراہ نکردہ و در لشکر ہمراہ اسامہ باشند وایں در خاطر بعض مردم گراں آمد کہ غلامی را بر مہاجرین و انصار امیر گردانید و در مجالس ازیں جماعۃ سخنان ازیں باب جاری شد و ورودی یافت چوں ایں اخبار بسمع شریف رسید خاطر مبارک رنجیدہ شد و بغضب در آمد۔

مہاجرین و انصار جیسے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ سب اس لشکر میں اسامہ کے ساتھ جائیں سوا علی مرتضیٰ کے جنھیں ان کے ساتھ نہیں بھیجا اور یہ بات بعض حضرات کو بہت گراں گذری کہ ایک غلام کو مہاجرین و انصار کا سردار بنا دیا اور ان لوگوں کے مجمعوں میں اس پر نکتہ چینی ہونے لگی۔ جب یہ اطلاعات حضرت کے کانوں تک پہنچے تو آپ کو رنج ہوا اور حضرت غضب ناک ہوئے۔

اور پھر ان لوگوں کے اعتراض کا جواب جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے، اس سے گذشتہ تاریخ کی ایک گم شدہ کڑی کا بھی پتہ ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"تم لوگوں نے اس سے پہلے اسامہ کے باپ زید بن حارثہ کو سردار بنانے پر بھی ناگواری ظاہر کی تھی اور اب تم اسامہ کو ناپسند کر رہے ہو

www.kitabmart.in

مگر خدا اور رسول تمھاری ناراضگی کی پرواہ نہیں رکھتے۔ جو فیصلہ خدا اور رسول کا ہے، وہ ٹل نہیں سکتا۔"

جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی لفظیں یہ ہیں:-

"سر منبر رفت و فرمودات معشر الناس این چہ است کہ در باب امیر ساختہ من اسامہ را از شما سرمی زنند در باب امارت پدرش در غزدہ موتہ نیز سخن می گردید بخدا سوگند کہ او سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود۔" (مدارج النبوۃ)

اس واقعہ میں دنیا کے لیے بڑی بصیرت مضمر تھیں۔ چوں کہ حضرت کچھ عرصے برابر عنقریب دنیا سے اٹھ جانے کی طرف اشارہ فرما رہے تھے، اس لیے دوسرے لوگوں کو بھی کچھ کچھ اس کا احساس ہو گیا تھا، اس کے ساتھ آپ نے اتنے اہتمام کیساتھ جو اپنی جانشینی کا اعلان فرمایا۔ اب آپ حضرت عؑ کے سوا باقی تمام ایسے عناصر کو جو اس کے بعد آپ کی جانشینی کے دعویدار ہو سکتے تھے مدینہ سے باہر بھیج رہے ہیں، یہ بات بڑی معنی خیز تھی۔ اسے بعد کے لوگوں نے سمجھ لیا چنانچہ شیخ مفید رح نے چوتھی صدی ہجری میں لکھا ہے کہ:

حتی لا یبقی فی المدینۃ عند موتہ من یختلف فی الریاسۃ ویطمع فی التقدم علی الناس

یہ اس لیے تھا کہ مدینہ میں آپ کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ رہے جو امت کی سربراہی میں اختلاف کرے اور جو خود

www.kitabmart.in

لامامۃ ویستقیت الامر لمن استخلفہ من بعدہ ولا ینازع فی حقہ منازع

(ارشاد مفید)

لوگوں کے آگے ہونے کی امید رکھتا ہو اور اس طرح اس شخص کے لئے جسے حضرت نے خود اپنا جانشین بنایا ہے مقصد کی تکمیل ہو جائے اور اس کے حق کے بارے میں کوئی نزاع کرنے والا نزاع نہ کرے۔

اور اسی کو ساتویں صدی میں نسبتہً مختصر الفاظ میں علامہ طبرسیؒ نے لکھ دیا ہے:

انما فعل علیہ السلام ذلک لئلا یبقی بالمدینۃ عند وفاتہ علیہ السلام من یختلف فی الامامۃ ویطمع فی الامامۃ ویستوسق الامر لاھلہ

(اعلام الوری)

حضرت نے یہ صرف اس لئے کیا کہ مدینہ میں حضرت کی وفات کے وقت کوئی شخص ایسا نہ رہے جو امامت میں اختلاف کرے یا خود امیر بننے کا خواہشمند ہو اور اس طرح جو اس کا حق دار ہے اس کے لئے یہ امر پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔

تو بھلا وہ ذہین افراد جو اس معاملے سے دلچسپی رکھتے تھے، یہ وقت اسے کیوں کر نہ سمجھتے؟ بلاشبہ وہ رسولؐ کے فرمان کو اپنے منصوبوں کے خاک میں ملنے کا سبب جانتے تھے۔ اب وہ کیا کرتے؟ انھوں نے اسامہ کی سرداری کو محل بحث بنایا یہ کہہ کر کہ یہ کم سن ہیں۔ رسولؐ نے خدا و رسول کے فیصلے کے اٹل ہونے کا اظہار فرما کر ایک طرف یہ ثابت کر دیا کہ اہل بیت کے مقابلہ میں اللہ کی

www.kitabmart.in

کی نظر میں سن و سال کوئی چیز نہیں۔ دوسری طرف یہ ثابت کر دیا کہ اسلامی منصب کے تقرر میں جمہور کا فیصلہ کوئی چیز نہیں بلکہ دار و مدار خدا اور رسولؐ کے فیصلہ پر ہے۔ اُس وقت کے اکثر مسلمانوں نے وقتی مفادات کی رَو میں ان بصیرتوں سے چشم پوشی کی تو بعد کے مسلمان جن کے ذاتی اغراض کوئی بھی نہیں ہیں، ان بصیرتوں کو آخر کس لئے نظر انداز کریں اور حق پوشی سے کام لیں؟!

یہ ناگواری صرف ذہنی طور پر تھی یا زبانی سوالات و اعتراضات تک محدود تھی تو کوئی خاص بات نہ تھی کیوں کہ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم الٰہی اسلام کے بلند مفادات کی خاطر اقدام فرمائے گئے تھے مگر اب چوں کہ کچھ مہم جو افراد کے منصوبوں کے مطابق خود ان کے مقاصد کی حیات و موت کا سوال تھا انہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں عمداً تاخیر سے کام لیا جانے لگا یہاں تک کسی طرح لشکر روانہ ہو ہی گیا تو مدینہ سے باہر مقام جرف پر جا کر پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ یہاں حضرتؐ علیل بھی ہو گئے اور اسی علالت میں آپ جس سے پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان اختلافات سے ذہنی طور پر وہ رد عمل پیدا ہوا کہ اب احساس ہو گیا کہ اُن منصوبوں کی تکمیل سے جو بعد رسولؐ کے

www.kitabmart.in

انتظام سے متعلق ہے ، وقت بہت قریب ہے اور ظاہری طور پر بہانہ بھی بن گیا کہ اب رسول ؐ کو بیمار چھوڑ کر جس میں روز بروز شدت ہوتی جاتی ہے ۔ ہم لوگ کیوں کر جائیں ، جب کہ ان لوگوں جنھیں جانا ہے رسول ؐ کے یہاں رکے رہنے والوں میں حاضر باش افراد بھی ہیں جنھیں بظاہر اپنے خصوصیات کی بنا پر اس عالم میں رسول ؐ کو نہیں چھوڑنا چاہیے مگر جتنا ان لوگوں کو اس کام کے لئے نہ جانے پر اصرار ہے ، اتنا ہی خدا اور رسول ؐ کو ان کے روانہ ہو جانے پر اصرار ہے ۔ یہاں تک کہ رسول ؐ اپنی علالت میں بار بار فرما رہے ہیں :-

نفذوا جیش اسامۃ — اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو

(اعلام الوریٰ)

مگر مصلحت بینی اور سیاسی عاقبت اندیشی خدا اور رسول ؐ کے اہتمام احکام اور تاکیدوں کے اثر پر غالب رہی اور یہ لشکر رسول ؐ کی زندگی میں نہ جانا تھا ، نہ گیا ۔

www.kitabmart.in

رسولؐ کی علالت اور زندگی کے آخری حالات

ماہ صفر کی آخری تاریخوں میں حضرتؐ پر بیماری کا زیادہ غلبہ ہوا. آپ نے اندازہ فرمایا کہ اس کے بعد آپ کی جسمانی طاقت زیادہ ساتھ نہ دے گی. آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھے. اصحاب کی ایک جماعت حضرت کے پیچھے چلی. حضرتؐ جنت البقیع میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے خاص خاص اعزا و احباب دفن تھے. یہاں آپ نے اہلِ قبور کو سلام کیا اور اس تخاطب میں اپنے ساتھ والوں کو یہ اطلاع دی کہ اب میرے بھی دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے اور پھر ان سب کے سب نے حضرت علی سے فرمایا کہ مجھے غسل تم ہی دینا ورنہ کسی کی نگاہ میرے پورے جسم پہ نہ پڑے ورنہ اچھا نہیں ہوگا. یہ سہ شنبہ کے دن کا واقعہ ہے اس کے بعد حضرت نے بیت الشرف کی طرف مراجعت فرمائی. اور اس کے بعد مرض میں اور شدت ہوئی اور جسمانی ضعف و نقاہت میں اضافہ ہوگیا.

آخری خطبہ یا قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے پیغامِ عمل

جمعہ کے دن حضرتؐ نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا جس میں مسلمانوں کو

www.kitabmart.in

قیامت تک کے لئے بڑی اہم ہدایت تھی مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسے فراموش کر دیا۔ یہاں تک کہ عام مسلمانوں کی تاریخ میں اس کا ذکر بھی نہیں ملتا۔ ہمارے علماء و مورخین میں جناب شیخ مفید نے ارشاد میں اور علامہ طبرسی نے اعلام الوریٰ میں یہ خطبہ درج فرمایا ہے، اس میں حضرت نے فرمایا:-

یا معشر الناس انہ لیس بین اللہ و بین احد شیئی یعطیہ بہ خیرا او یصرف بہ عنہ شرا الا العمل الصالح ایھا الناس لا یدع مدع و لا یتمن متمن والذی بعثنی بالحق لا ینجی الا العمل مع رحمۃ اللہ ولو عصیت لہلکت اللھم بلغت ثلثا	اے گروہِ مردم! یقین جانو کہ اللہ اور کسی بھی شخص کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اسے کچھ بھلائی عطا کر سکے یا اس سے کسی برائی کو دور کرے سوا نیک اعمال کے۔ اے گروہِ مردم! کوئی دعویدار دعوے نہ کرے اور کوئی سبز باغ دیکھنے والا آرزوؤں کے سبز باغ نہ دیکھے قسم اس کی جس نے مجھے سچائی کے ساتھ بھیجا ہے نجات بس سوا عمل کے کوئی چیز نہیں جو نجات دے ہاں اس کے ساتھ اللہ کی رحمت اور اگر میں بھی نافرمانی کر دوں تو کھٹکا لگا رہے گا۔ پھر تین دفعہ کہا گواہ رہنا میں نے جو پہونچانا تھا پہونچا دیا۔
ارشاد مطبوعہ الکھنؤ ص ۸۱ اعلام الوریٰ طبع ایران ص ۱۳۷	

یہ فرما کر حضرت منبر سے نیچے اترے اور نماز پڑھائی۔ پھر گھر کی واپس تشریف لے گئے۔

www.kitabmart.in

نقل مکان اور امامت نماز کا منصوبہ

اب تک حضرتؐ ام المومنین جناب ام سلمہ رضؓ کے مکان میں رہے۔ اب جب کہ آثار و قرائن سے سب کو محسوس ہوا کہ حضرتؐ کے اس دار دنیا میں آخری دن ہیں تو ام المومنین عائشہ رضؓ نے آکر درخواست کی کہ آپؐ میرے یہاں تشریف لے چلیں۔ میں تیمار داری کروں گی۔ مجسمہ اخلق عظیم نے اس درخواست کو منظور فرمالیا۔ سب کے اندازہ کے مطابق پیغمبرؐ کی طبیعت گر رہی تھی اور اب یہ عالم تھا کہ اکثر اوقات غشی طاری رہتی تھی۔ اسی میں صبح کے وقت بلال نے آکر جب اطلاع دی تو اس رات شاید خاص طور پر جناب عائشہ کے مکان میں ام المومنین حفصہ بھی موجود تھیں۔ آپس میں کہا گیا کہ پیغمبر خداؐ کی حالت اس کی متقاضی نہیں ہے کہ وہ خود نماز کے لئے تشریف لے جائیں۔ اس لئے کسی اور کو اس وقت نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیا جائے۔ چنانچہ جناب عائشہ نے اپنے پدر بزرگوار ابوبکر کو تجویز کیا اور جناب حفصہ نے اپنے والد ماجد عمر کا نام لیا مگر تیزی سے کام لے چپکے سے حضرت ابوبکر کے پاس آدمی بھیج دیا گیا کہ حضرتؐ کی حالت دگرگوں ہے۔ اس وقت نماز آپ پڑھا دیجئے ــــ یہی وہ کانٹے کی نماز جماعت ہے جس کی تاریخ نہیں بلکہ علم کلام و مناظرہ کی فضا میں زبردست

www.kitabmart.in

گونجے ہے۔

یہاں ہماری تاریخ جو بتاتی ہے ؛ وہ علامہ طبرسیؒ کی لفظوں میں یہ ہے:

قالت عائشة مروا ابابکر لیصلی
بالناس وقالت حفصة مروا
عمر فقال صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم اکففن فانکن
صویحبات یوسف ثم قام
وهو لا یستقل علی الارض
من الضعف وکان عنده
انهما خرجا الی اسامة
فاخذ بید علی بن ابی طالب
وفضل بن عباس فاعتمدهما
ورجلاه یخطان الارض
من الضعف فلما خرج الی
المسجد وجد ابابکر قد سبق
الی المحراب فاومأ الیه بیده
فتأخر ابوبکر وقام رسول اللہ

عائشہ نے کہا ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں
اور حفصہ نے کہا کہ عمر سے کہو حضرت رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ باتیں ختم کرو تم
یوسف کا جن سے سابقہ پڑا تھا ویسی ہی
عورتیں ہو۔ پھر کھڑے ہوگئے اس عالم میں کہ
بے سہارا زمین پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے
اور حضرت کے نزدیک وہ دونوں اسامہ کے
لشکر میں گئے ہوئے تھے تو آپ نے علی بن
ابی طالب اور فضل بن عباس کا ہاتھ پکڑا
اور ان کا سہارا لیا اور آپ کے پیر کمزوری سے
زمین پر کھنچتے جارہے تھے جب آپ مسجد میں پہنچے
تو ابوبکر نے دیکھا کہ وہ محراب میں پہونچ چکا ہے
آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو ابوبکر پیچھے
ہٹے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر کہہ کے

www.kitabmart.in

صلی اللہ علیہ وسلم وکبّر
وابتدأ الصلوٰۃ فلما سلّم
وانصرف الی منزلہ استدعی
ابابکر وعمر و جماعۃ
من حضر المسجد ثم قال:
الم آمرکم ان تنفذوا جیش
اسامۃ۔ فقال ابوبکر انی
کنت خرجت ثم عدت لاحدث
بک عہداً۔ وقال عمر انی لم
اخرج لاننی لم احب ان اسأل
عنک الرکب۔ فقال نفذوا
جیش اسامۃ یکررھا
ثلاث مرات۔ ثم اغمی علیہ
من التعب الذی لحقہ۔ لہ

نماز شروع کی۔ جب آپ نے سلام پھیرا
اور مکان کی طرف مراجعت فرمائی تو ابوبکر
اور عمر اور کچھ دوسرے لوگوں کو جو مسجد میں
تھے طلب فرمایا۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم
لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اسامہ کے
لشکر کیساتھ روانہ ہو۔ اس پر ابوبکر نے
کہا کہ میں گیا تھا۔ پھر واپس آیا کہ آپ کی
ایکدفعہ زیارت اور کرلوں اور عمر نے کہا
میں نہیں گیا اس لئے کہ میں نے یہ نہیں
چاہا کہ میں مسافروں سے جو یہاں سے
جائیں آپ کا حال پوچھتا رہوں۔ یہ سن کر
حضرت نے پھر تین دفعہ فرمایا ارے اسامہ کے
لشکر کو روانہ کرو۔ اس کے بعد اس تکان سے
جو آپ کو ہوئی تھی آپ پھر بیہوش ہو گئے۔

لہ اعلام الوریٰ صد ۱۴۱

www.kitabmart.in

واقعہ نماز کی یہی تفصیلی کیفیت اس سے مقدم عالم جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی درج کی ہے۔

اب اس میں جو دور کے مصنفین نے جو جوگل افشانیاں فرمائی ہیں انھیں دیکھئے اور پھر اگر ضمیر کچھ پتہ دے کہ اصلیت کیا ہے تو اسی کو اصل تاریخی حقیقت سمجھئے۔

علامہ ابن خلدون جو تاریخ کے امام مانے جاتے ہیں اور درایت کو روایت سے مقدم سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا کے پہونچنے پر حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ حضرت نے کھینچ کر انھیں ان کی جگہ پر کھڑا کیا۔ اور جہاں تک سورہ انھوں نے پڑھا تھا۔ وہاں سے خود شروع کر دیا۔ اب نماز یوں ہوئی کہ ابوبکر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ اور باقی سب نے ابوبکر کی اقتدا کی۔

اب یہ بات فقہائے امت کے طے کرنے کی ہے کہ پوری جماعت ایک امام کی مقتدی ہو اور وہ امام کسی دوسرے کا ماموم بنا ہوا نماز پڑھ رہا ہو۔ محدث دہلوی شاہ عبدالحق نے اس کی تشریح کچھ اس طرح کی ہے کہ حضرت ابوبکر کی حیثیت امام جماعت نہیں، بلکہ مکبر کی رہ جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ابوبکر مقتدی اے بودند و مردمان مقتدی بہ ابوبکر بودند یعنی بواسطہ تکبیر دے براقعال و انتقالات پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.kitabmart.in

وقوف می یافتند "

غالباً علامہ شبلی نے انہی کی پیروی کی ہے جو یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر اور حضرت ابوبکر کو دیکھ کر دوسرے لوگ ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔" (سیرت النبی حصہ دوم ۱۷۲)

ان کے شاگرد رشید شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:-

"غسل فرما کر حضرت علی اور حضرت عباس کے سہارے مسجد تشریف لے گئے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کی آہٹ پا کر پیچھے ہٹے۔ آپ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔"

(تاریخ اسلام حصہ اول ۱۱۴)

جناب ندوی صاحب نے بھی بلاشبہ حقیقت پسندی سے کام لیا ہے کہ انھوں نے "نماز پڑھی" کے بجائے "نماز پڑھائی" لکھا ہے۔

www.kitabmart.in

نفسیاتی کرب و اذیت
اور
آخری کوشش

تاریخ کا شروع سے دوبارہ ایک طائرانہ مطالعہ کر لیجئے اور پھر اگر محسوس ہو سکتا ہو تو محسوس کیجئے کہ وہ پیغمبرؐ جس نے ہدایت خلق کے لئے تمام مصائب برداشت کئے، پوری زندگی اسی کاوش میں صرف کی اور اب دنیا سے اٹھنے کا زمانہ جتنا جتنا قریب آتا گیا، اسے برابر یہ فکر رہی اور بڑھتی گئی کہ اس کے بعد اس کی محنت برباد نہ ہو جائے، اس کے لئے اس نے بعد کے لئے مسلسل ہدایتیں کیں، لگاتار اعلانات کئے اور کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اب وہ اپنے آخری لمحات حیات میں اپنی آنکھوں سے ہوا کا رخ بدلتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ وہ مسلمان جن کو سبق یہ دیا گیا ہے کہ کبھی حکم پیغمبر سے انحراف نہ کرنا جس کے لئے رسولؐ کا ایک اشارہ اس کے پچھلے منصوبوں کی تکمیل کے لئے کافی ہوا کیا۔ اس وقت رسولؐ آنکھوں سے دیکھ رہے

www.kitabmart.in

ہیں کہ ان کی مسلسل تاکیدوں اور سخت سے سخت الفاظ میں تنبیہوں کے باوجود عوام کا کیا ذکر، وہ خواص جن پر عوام کی نگاہیں پڑ سکتی ہیں، وہ بھی ان کے احکام پر عمل کرنا کیا، پرواہ نہیں کر رہے ہیں۔ اس سے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فطری طور پر محسوس فرما سکتے ہیں کہ جب میرے سامنے صرف میری بیماری کے ضعف و نقاہت کو دیکھ کر اس طرح میری ہدایتوں کی مخالفت ہو رہی ہے تو میرے بعد کیا ہوگا؟ آپ کو نماز جماعت والے معاملہ سے اب شدت کے ساتھ یہ مشاہدہ ہو گیا کہ جس ہستی کو خدا و رسول ص اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے آگے بڑھانا ضروری سمجھتے تھے، اس وقت آپ کے گرد و پیش یہ پالیسی کارفرما ہے کہ اس ہستی کو نظر انداز کیا جائے، دوسرے لوگوں کو آگے بڑھایا جائے اور اب یہ بالکل نمایاں ہو گیا تھا کہ لشکر اسامہ کی روانگی میں تاخیر صرف انہی منصوبوں کی تکمیل کے لئے ہے جو منشائے خدا و رسول ص کے خلاف قرار دیئے گئے ہیں۔ دنیا رسول ص کے بس مرض کی حالت دیکھ رہی تھی اور کرب و اذیت کو اسی کا نتیجہ سمجھتی یا سیاسی طور پر ظاہر کرنا چاہتی تھی مگر حقیقۃً حضرت کو اس مرض کی تکلیف سے زیادہ اس وقت روحانی کرب و اذیت بے چین کئے ہوئے تھی۔

اس عالم میں آپ نے آخری کوشش اتمام حجت کی فرمائی اور ارشاد

www.kitabmart.in

کیا کہ میرے پاس دوات و قرطاس (کاغذ) لے آؤ کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس سے میرے بعد قیامت تک کے لئے تم گمراہی سے محفوظ ہو جاؤ۔ اسے پہلے ایک شیعہ مورخ کے قلم سے دیکھئے، پھر مورخین و محدثین اہل سنت کے بیانات سے اُس کی مطابقت کیجئے:-

اغمی علیہ من التعب الذی لحقہ فمکث ھنیئۃ و بکی المسلمون وارتفع النحیب من ازواجہ وولدہ ومن حضرۃ فافاق فقال: ایتونی بدواۃ وکتف اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا ثم اغمی علیہ فقام بعض من حضر اصحابہ لیلتمسوا دواۃ وکتف فقال لہ عمر: ارجع فانہ یہجر فلما افاق قال بعضھم الا ناتیک یا رسول اللہ

اس شدید تکان سے جو حضرت کو ہوئی، آپ پر غشی طاری ہو گئی اور دیر تک یہ حالت رہی اور مسلمانوں میں شور و گریہ بلند ہوا اور حضرت کی ازواج و اولاد اور تمام حاضر الوقت اشخاص کی صدائے گریہ تو حضرت نے غش سے آنکھیں کھول کر اور فرمایا دوات لے آؤ اور (ذبیحہ جانور کا) شانہ (جس پر مثل کاغذ کے اُس زمانہ میں لکھا جاتا تھا) میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں کہ تم کبھی اس کے بعد گمراہ نہ ہو۔ اس کے بعد پھر حضرت کو غشی آ گئی اور اب مخصوص حاضر الوقت اشخاص میں سے کوئی اٹھا کہ دوات اور ایسی چیز (شانہ) جس پر لکھا جا سکے لے آئے تو عمر نے اس سے کہا کہ واپس آ جاؤ۔ حضرت پر ہذیانی

www.kitabmart.in

بکتف ودواۃ فقال أبعد الذی قلتم؟ لا
(ارشادات دا علام الوری احمد ۱۳۸)

کیفیت طاری ہے۔ اب حضرت نے جو آنکھ کھولی تو کسی نے کہا اے رسول خدا ہم کاغذ دوات اور وہ شانہ جس پر لکھنا چاہتے تھے آپ کے پاس لاویں آپ نے فرمایا: کیا اس جملہ کے بعد جو تم لوگوں نے کہہ دیا اب؟ نہیں۔ (اب بے کار ہے)

اب اہل سنت کے صحاح حدیث وتاریخ کو دیکھتے ہیں تو وہاں یہ واقعہ زیادہ واضح انداز میں ملتا ہے۔

صحیح بخاری میں سعید بن جبیر کی زبانی ابن عباس رض سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:-

یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شأنه أهجر استفهموه فذهبوا یردون علیه فقال دعونی فالذی انا

روز پنجشنبہ اور کیسا روز پنجشنبہ تھا، معلوم ہے روز پنجشنبہ کیا ہے؟ رسول خدا پر مرض کی شدت ہوگئی تو آپ نے فرمایا: لاؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو تو لوگوں میں جھگڑا ہوا اور کسی پیغمبر کے پاس جھگڑا ٹھیک نہیں تو کچھ لوگوں نے کہا ان کا کیا حال ہے؟ کہا معاذ اللہ ہذیانی کیفیت ہے۔ پھر دوبارہ دریافت کرو تو گئے آپ کے پاس کہ پھر پوچھیں۔ فرمایا چھوڑ دو مجھے میں جس حال میں ہوں بہتر ہے اس سے جس کی تم مجھ سے طلب گار ہو۔

www.kitabmart.in

فیہ خیر امما تدعونی الیہ

(صحیح بخاری مع تیسیر الباری

شائع کردہ امجد اکیڈمی لاہور جلد ۴

ص ۳۲۷

دوسری حدیث پھر بخاری میں اسی کے بعد ہے :۔

عن الزهری عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عتبۃ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال بعضھم ان رسول اللہ قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب

زہری کی روایت ہے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے ذریعے جناب ابن عباس سے کہ جب حضرت پیغمبر خدا کے احتضار کا عالم قریب تھا، اس وقت گھر میں کچھ لوگ تھے حضرت نے فرمایا آؤ! میں تمھیں ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد گمراہ نہ ہو اس پر بعض اشخاص نے کہا کہ رسول خدا پر مرض کا غلبہ ہے اور تمھارے پاس قرآن موجود ہے کتاب الٰہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اب گھر والوں میں اختلاف ہوا اور آپس میں جھگڑا ہونے لگا۔ کوئی کہتا تھا قلم دوات لے آؤ وہ تمھارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دیں جس کے بعد گمراہ نہ ہو اور کوئی کچھ اور کہتا تھا جب بہت شور و

www.kitabmart.in

لهم كتاباً لا تضلوا بعده — تو غل ہوا تو رسول خدا ص نے فرمایا کہ میرے پاس

ومنهم من يقول غير ذلك — سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہؓ کا بیان ہے کہ ابن عباس

فلما اكثروا اللغط والاختلاف — کہتے تھے مصیبت، اصل مصیبت پوری کی پوری وہی

قال رسول الله صلى الله عليه — تھی کہ رسول خدا ص کو تحریر لکھنے نہ دی گئی۔

وسلم قوموا عني قال عبيد الله

فكان يقول ابن عباس ان

الرزية كل الرزية ما حال

بين رسول الله صلى الله عليه

وسلم وبين ان يكتب لهم

ذلك الكتاب

(ص ۳۲۸)

مسند امام احمد بن حنبل میں کئی جگہ یہ حدیث ہے جن میں سے بعض

میں اس ابہام کو دور کر دیا گیا ہے کہ رسول ص کی طلب پر اصل مخالفت

کرنے والا اور اُن خاص جملوں کا کہنے والا کون تھا؟

(۱) ج ۵ ص ۱۱۶

عن سعيد بن جبير عن ابن — سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ ابن عباس نے

عباس انه قال يوم الخميس وما — کہ انہوں نے کہا پنجشنبہ کا دن اور کیا تھا وہ

www.kitabmart.in

یوم الخمیس، ثم نظرت دموعہ علی خدّیہ تحدر کانہا نظام اللؤلؤ قال: قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ائتونی باللوح والدواۃ او الکتف اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا رسول اللہ یہجر

پنجشنبہ کا دن پھر میں نے دیکھا کہ ان کے آنسو ان کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑی کی طرح مسلسل بہہ رہے ہیں انھوں نے کہا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میرے پاس تختی اور دوات یا شانہ گوسفند (جس پر لکھا جاتا تھا) لاؤ تو میں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہ ہو تو لوگوں نے پیغمبر (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں۔

(۲) ج ۵ ص ۳۰

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس قال: لما حضر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال وفیہم عمر بن الخطاب قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا

عبید اللہ بن عبد اللہ کی روایت ہے ابن عباس سے۔ انھوں نے کہا کہ جب رسول خدا کے احتضار کا وقت قریب آیا، اور اس وقت مکان میں کچھ لوگ تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھے۔ رسولؐ نے فرمایا میں تمھارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو تو عمر نے کہا کہ رسول خدا پر مرض کی تکلیف

www.kitabmart.in

فقال عمر ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قد غلب عليه الوجع
وعندنا القرآن حسبنا كتاب
الله . فاختلف اهل البيت
واختصموا منهم من يقول قربوا
يكتب لكم كتابا لا تضلوا
بعده ومنهم من يقول
ما قال عمر فلما اكثروا اللغو
والاختلاف عند رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قوموا قال عبيد الله فكان
ابن عباس يقول ان الرزية
كل الرزية ما حال بين رسول
الله صلى الله عليه وسلم
وبين ان يكتب لهم ذلك
الكتب من اختلافهم ولغطهم .

کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے
کتاب خدا ہمارے لئے کافی ہے تو گھر میں
اس وقت جو لوگ تھے ان میں اختلاف ہو گیا
جس نے جھگڑے کی صورت اختیار کر لی . ان میں
سے کوئی کہتا تھا انکے پاس لے آؤ کہ لکھ دیں
تمہارے لئے تحریر جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو اور بعض
ان میں سے وہ کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا تو جب
بیہودگی اور اختلاف رسول خدا کے پاس
بہت ہو تو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ . عبید اللہ کا
بیان ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ مصیبت
ساری مصیبت وہی تھی کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم کے سد راہ ہوا کیا اختلاف
اور شور وغل کرکے اس سے کہ اب وہ نوشتہ
تحریر فرمائیں .

www.kitabmart.in

(۳) ج ۴ ص ۲۳۵

عن طاؤس عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ائتونی بکتف اکتب لکم فیہ کتابا لا یختلف منکم رجلان بعدی وقال فاقبل القوم فی لغطھم فقالت امرأۃ ویحکم عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

طاؤس کی روایت ہی ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ جب رسول خدا صلعم کے احتضار کا وقت قریب تھا تو فرمایا لاؤ ایک شانہ کہ اس میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس سے پھر تم کے کسی دو آدمیوں میں اختلاف نہ ہو اس پر لوگ شور وغل کرنے لگے۔ تو خاتون نے کہا ارے والے ہو تم پر رسول خدا صلعم کے عہد وپیمان کو یاد کرو۔

اس روایت میں یہ آخری ایک جزو بڑا خاص ہے مگر راوی نے خاتون کی لفظ کو مبہم چھوڑ کر یہ تشنگی باقی رکھی کہ وہ محترم خاتون کون تھیں جنہوں نے ان صحابہ کو مختصر مگر ایسے سخت الفاظ میں متنبہ کیا اور پھر وہ عہد بیان کیا ہے جسے اُن خاتون نے یاد دلایا۔

(۴) ج ۴ ص ۲۵۶

عن عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ عن ابن عباس قال لما حضرت

عبید اللہ بن عبد اللہ کی روایت ہے ابن عباس سے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

www.kitabmart.in

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الوفاۃ قال ھلم اکتب لکم
کتابا لن تضلوا بعدہ و
فی البیت رجال فیھم عمر بن
الخطاب فقال ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع
وعندکم القرآن حسبنا کتاب
اللہ قال فاختلف اھل البیت
فاختصموا فمنھم من یقول یکتب
لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اوقال قربوا یکتب
لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ومنھم من یقول ما قال
عمر فلما اکثروا اللغو و
الاختلاف عند رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال
قوموا عنی فکان ابن عباس

کی وفات کا وقت قریب ہوا تو فرمایا:
آؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس
کے بعد تم گمراہ نہ ہو اور اس وقت اس مکان
میں بہت سے لوگ تھے جن میں عمر بن خطاب
بھی تھے تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن
کافی ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے
وہ کہتے تھے کہ اس مکان کے آدمیوں میں
اختلاف ہوا اور جھگڑے کی حد تک پہنچا
تو ان میں کوئی کہتا کہ رسول خدا صلعم سے
لے لکھ دیں جو لکھنا چاہتے ہیں یا یہ کہ کچھ
لے آؤ (دوات وغیرہ) کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم تمہارے لئے لکھ دیں اور ان میں
سے بعض وہی کہتے تھے جو عمر نے کہہ دیا تھا
تو جب بہت اس اختلاف اور شور ہوا اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے
تکلیف ہوئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے

www.kitabmart.in

یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ماحال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم ولغطھم۔

اٹھ جاؤ۔ تو ابن عباس کہتے تھے کہ مصیبت ساری مصیبت وہی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس تحریر کے لکھنے سے اختلاف اور بکواس کر کے روک دیا گیا۔

آخری وصیتیں

"دوات وقرطاس" کے واقعہ کے بعد حضرت کو جماعت کی طرف سے اتنا صدمہ پہونچا کہ آپ نے لوگوں کی طرف سے منھ موڑ لیا اور پھر ایک حرف زبان مبارک پر جاری نہیں فرمایا۔ جب سب نے یہ دیکھا تو اٹھ گئے اب خاص آپ کے اعزا رہ گئے۔ تھوڑی دیر میں یہ حضرات بھی رخصت ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے چچا عباس اور بھائی علی ابن ابی طالب کو واپس بلالو۔ یہ دونوں آدمی آکر بیٹھے۔ حضرتؐ نے پہلے اپنے عمّ محترم کو مخاطب کر کے فرمایا: چچا! آپ میری وصیت کو پورا کرنے کی ذمہ داری لینے اور جن جن سے میرے جو وعدے ہیں اُن کو پورا کرنے اور میرے قرضے ادا کرنے پر تیار ہیں؟ جناب عباس رضؓ نے کہا: میں اب سن رسیدہ

www.kitabmart.in

ہو گیا ہوں اور اہل و عیال بھی میرے بہت ہیں اور آپ کی فیاضی ہوا کا مقابلہ کرتی ہے۔ نجانیں آپ نے کس کس سے آپ نے کتنے وعدے کر لئے ہوں۔ میں اس ذمہ داری کے پورا کرنے سے قاصر ہوں۔ اس پر حضرت نے جناب علی ابن ابی طالب کی طرف رخ کیا۔ اور وہی سب باتیں پیش فرمائیں۔ آپ نے تمام باتوں کا اقرار کیا۔ تب حضرت صلعم نے آپ کو گلے لگایا اور اپنی انگوٹھی انگلی سے نکال کر دی کہ اسے تم پہن لو۔ اس کے بعد اپنی تلوار اور اپنی زرہ منگوائی اور فرمایا ان چیزوں کو میری زندگی میں اپنے قبضہ میں لے لو اور اپنے مرکب خاص کو زین و لجام سے آراستہ کر کے آپ کو دیا اور کہا اسے اپنے گھر پر لے جاؤ۔ لہ

اس سب سے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے گرد و پیش والوں سے غیر مطمئن ہونا بالکل نمایاں تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کے پاس ہی وہ عنصر موجود تھا جو یہ خبریں باہر اُن افراد کو جنھیں اس سے دلچسپی ہو سکتی تھی پہونچا رہا تھا۔ جس کی بنا پر خدا و رسول صلعم کے مقصد کو پامال کرنے کی اُدھر پوری تیاری ہو رہی تھی جس پر سے پردہ اُس وقت اٹھے گا جب اس کا وقت آئے گا۔

www.kitabmart.in

زندگی کا آخری دن اور وفات

گزشتہ واقعات کے بعد ایک دن ایسا گذرا کہ جس میں حضرتؐ نے ممانعت فرمادی تھی کہ کوئی میرے پاس آئے نہیں اور حالت حضرتؐ کی غیر ہوگئی۔ حضرت علی ابن ابی طالب، حضرتؐ سے کسی وقت بغیر کسی اہم ضرورت کے جدا نہیں ہوتے تھے۔ اتفاق سے کسی ایسی ہی ضرورت سے آپ کہیں چلے گئے تھے۔ اس دوران میں رسولؐ کی آنکھ کھلی تو فرمایا: "ادعوالی اخی وصاحبی" "میرے بھائی اور میرے رفیق خاص کو میرے پاس لاؤ" یہ کہہ کر ضعف سے آنکھ بند کرلی۔ ان الفاظ کے ابہام سے فائدہ اٹھا کر جناب عائشہ نے حضرت ابوبکر کو بلوالیا۔ وہ آئے اور رسولؐ نے دیکھا تو منھ پھیر لیا۔ وہ چلے گئے۔ پھر دوسری دفعہ فرمایا: "میرے بھائی اور ہمدم کو بلاؤ" اب کی جناب حفصہ نے اپنے والد ماجد جناب عمر کو بلوالیا اور پہلے ہی طرح کی رسولؐ نے دیکھ کر چہرہ موڑ لیا۔ آخر جناب ام سلمہ رضوان اللہ علیہا نے کہا: ارے صاحبو! علی کو بلاؤ ان کا مقصود ان کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اب کوئی جا کر حضرت علی کو بلا کر لایا۔ جب وہ آئے تو حضرتؐ نے انھیں اپنے قریب

www.kitabmart.in

بلایا اور سینے سے لگا کر دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے۔ پھر حضرت علی کھڑے ہو گئے اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے کہ آرام فرمایا۔ بس اس کے تھوڑی ہی دیر بعد حضرتؐ پر احتضار کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: یا علی: تم میرا سر اپنی گود میں لے لو۔ اپنا ہاتھ میرے منھ کے قریب رکھنا اور میرا دم نکلے تو اپنا ہاتھ اپنے منھ پر مل لینا۔ مجھے قبلہ رخ کر دو اور تم ہی میرے تمام امور کو انجام دینا اور سب سے پہلے تم نماز پڑھانا اور جب تک مجھے قبر میں دفن نہ کر لو مجھ سے جدا نہ ہونا۔ چنانچہ حضرت علی نے سر مبارک گود میں لے لیا اور حضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت فاطمہ نے جھک کر حضرتؐ کے چہرۂ مبارک پر نظر کی اور ایک دم گریہ طاری ہو گیا اور یہ شعر پڑھنے لگیں جیسے خود ایک موقع پر رسولؐ پڑھوا چکے تھے

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھ کھول دی اور بہت کمزور آواز میں فرمایا یہ ہمارے چچا ابو طالب کا شعر ہے۔ مگر اب اس وقت موقع اس کلام ربانی کے پڑھنے کا ہے کہ:۔

وما محمد الا رسول قد خلت من ۔ محمد نہیں ہے مگر اللہ کا ایک پیغمبر جس کے پہلے

www.kitabmart.in

قبلہ الرسل افئن مات او قتل — سب پیغمبر گذر گئے۔ تو کیا یہ اگر مرجائے یا قتل کر دیا
انقلبتم علی اعقابکم — جائے تو تم لوگ پیچھا پیر دل پلٹ جاؤ گے

اس ارشاد سے بھی بالکل نمایاں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس وقت آخر میں خلق خدا کی فکر ہے اور جیسے آپ آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں کہ امت نے آپ کی ہدایتیں اور وصیتیں سب بھلا دی ہیں اور اس کی اکثریت راہِ حق سے منحرف ہو گئی ہے۔ اس پر حضرت فاطمہ زہرا دیر تک روتی رہیں۔ حضرت نے اشارہ کیا کہ میرے قریب آؤ۔ آپ قریب آئیں تو حضرت نے آہستہ سے آپ کے کان میں ایک بات کہی جس پر آپ کا چہرہ بشاش ہو گیا۔

بعد میں حضرت فاطمہ نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے آکر ملو گی۔

غنیمت ہے کہ یہ واقعہ شبلی صاحب کو بھی یاد آگیا ہے مگر کس طرح کہ "آپ کو حضرت فاطمہ زہرا سے بے حد محبت تھی۔ اثنائے علالت میں ان کو بلا بھیجا تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں۔ وہ رونے لگیں۔ پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ نے دریافت

لے نبی ... اس محبت کے حضرت فاطمہ اپنے باپ کی اتنی شدید علالت میں ان کے پاس موجود نہ رہتی تھیں۔ رسولؐ کو بلوانے کی ضرورت ہوتی تھی (استغفر اللہ)

www.kitabmart.in

کیا تو کہا پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں اس مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تمھیں مجھ سے آکر ملو گی تو ہنسنے لگی۔" (سیرت النبی حصہ دوم صفحہ ۱۸۰)

اس کے بعد حضرت فاطمہ کا ذکر آگیا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ آپ باپ کے پاس موجود رہتی تھیں۔ وہ ذکر اس طرح ہے کہ:۔

"دن جیسے جیسے چڑھتا تھا آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا حضرت فاطمہ زہرا یہ دیکھ کر بولیں: داکرب آباہ "ہائے میرے باپ کی بے چینی"۔ آپ نے فرمایا کہ "تمھارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا"۔ (صفحہ ۱۸۲)

بس اس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اس وقت حسب الحکم حضرت علی بن ابی طالب اپنا داہنا ہاتھ حلقوم مبارک کے نیچے رکھے ہوئے تھے جیسے روح اقدس کی مفارقت کے بعد آپ نے اپنے منہ پر ملا۔ پھر جو آداب میت ہیں انھیں پورا کیا اور تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مصروف ہوئے۔

یہ کتنا فطری امر تھا جو پیش آیا۔ واقعات کا جو ہماری تاریخ میں درج ہے۔ سلطنت

بھلا عام تاریخوں کو جو حکومتوں کے زیر سایہ مرتب ہوئی ہیں، توفیق تھی کہ وہ سچی منقبتوں کے اس مرقع کو اپنے صفحات میں محفوظ کریں۔

بے شک اس مرحلہ پر جناب شبلی نے بھی لکھا ہے کہ: "تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی فضل بن عباس اور اسامہ ابن زید نے پردہ کیا اور حضرت علی نے غسل دیا۔ حضرت عباس بھی موقع پر موجود تھے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے پردہ بھی کیا تھا۔" (سیرۃ النبی ج ۲ صفحہ ۱۸۴)

www.kitabmart.in

مدینہ میں کہرام

ظاہر ہے کہ صحابہ رسول ص کی عام جماعت یعنی مدینہ کے تمام مسلمانوں کو تو سیاسیات سے دلچسپی نہ تھی۔ اُن پر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا جو اثر ہوا، اُسے ہمارے ہی مورخ نے درج کیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی صدائے نالہ و شیون کے ساتھ تمام مسلمانوں میں کہرام پڑ گیا اور عالم یہ تھا کہ لوگ اپنے سروں پر خاک اٹھا اٹھا کر ڈال رہے تھے۔

تاریخ وفات

حضرت ص کی وفات ہمارے یہاں کی مشہور روایت کے مطابق ۲۸ر صفر سنہ ۱۱ھ کو ہوئی اور عام طور پر اہل سنت ۱۲ر ربیع الاول مانتے ہیں ہمارے قدیم علماء میں جناب کلینی مصنف کافی نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور قرائن کے لحاظ سے میرے نزدیک قوی قول یہ ہے کہ ۲ر ربیع الاول کو وفات ہوئی ہے۔

والسلام

علی نقی النقوی

۱۴ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۰ھ

www.kitabmart.in

اپیل

سرکار سید العلماء طاب ثراہ نے ۵۷ سال قبل معارفِ اسلامی اور مقصدِ حسینیت کی تبلیغ کے عظیم مقصد کے پیشِ نظر ۱۳۵۱ھ میں ادارۂ امامیہ مشن کی بنا ڈالی تھی۔ گزشتہ چند سال میں ادارے کی سرگرمیوں میں قدرے تعطل رہا، تاہم رمضان ۱۴۰۸ھ میں سید العلماءؒ کی خواہش اور ہدایت کے مطابق نئی انتظامیہ کی تشکیل کی گئی اور ان کے فرزند علامہ سید علی محمد نقوی مشن کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے اور مشن کے احیاء اور تنظیم نو کا عمل شروع ہوا۔

دردمندانِ ملت، بہی خواہانِ امامیہ مشن اور عقیدتمندانِ سید العلماءؒ سے اپیل ہے کہ سابق کی طرح پھر ادارہ امامیہ مشن کی بھرپور اعانت فرمائیں تاکہ سید العلماءؒ کی تصنیفات کے علاوہ ان مفید مطلب کتابوں ورسائل کی اشاعت کا کام پوری سرگرمی کے ساتھ شروع کیا جا سکے جن کی اس وقت قوم کی فلاح وبہبود کے لیے اشد ضرورت ہے۔